وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ۝۳ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى ۝۴

علومِ قرآن اور دوسرے علومِ شرعیہ، خاص طور پر

حدیث شریف

پڑھنے کے آداب

مرتب

حضرت مولانا مفتی محمود بارڈولی صاحب دامت برکاتہم

استاذِ تفسیر و حدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل - سملک

خادمِ حدیث شریف: جامعہ دار الاحسان بارڈولی، سورت، گجرات

ناشر

جامعہ دار الاحسان بارڈولی، مکی مسجد، سورت، گجرات

تفصیلات

نام کتاب:..............حدیث شریف پڑھنے کے آداب

مرتب:.......................مفتی محمود صاحب حافظجی بارڈولی

ناشر:.....................جامعہ دارالاحسان بارڈولی، سورت

بہ اہتمام:..........حضرت مولانا حافظ الحاج مفتی ابراہیم گجیا صاحب

(مہتمم: جامعہ دارالاحسان بارڈولی ورکنِ شوریٰ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل)

صفحات:..............................64

سنِ طباعت:................رجب ۱۴۴۳ھ فروری ۲۰۲۲ء

ملنے کا پتے

جامعہ دارالاحسان بارڈولی، مکی مسجد، سورت، گجرات:

نورانی مکاتب:8140902756

مولانا صدیق احمد ابن مفتی محمود صاحب حافظ جی، مدرسہ فاطمۃ الزہراء، دیسائی نگر، مریم مسجد،

بارڈولی، سورت، گجرات۔8140238304

ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات۔99048,86188 \ 99133,19190

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۞	ابتدائیہ	۷
۞	پیش لفظ	۸
	حصولِ علم اور حدیث کی عزت اور آداب سے متعلق قیمتی باتیں	
۱	’’صلوۃ الشکر‘‘ کا اہتمام کریں	۱۵
۲	’’صلوۃ الحاجۃ‘‘ بھی پڑھنی چاہیے	۱۶
۳	حدیث شریف پڑھنے کے آداب	۱۷
۴	ادب کی برکت سے ایمان کی دولت اور دنیا میں جنت کا مشاہدہ	۱۸
۵	قرآن متن ہے اور حدیث اس کی شرح ہے	۱۹
۶	ادب کی برکت سے نورانیت اور رحمت	۱۹
۷	آداب کی دو قسمیں ہیں	۲۰
۸	اصل باطنی ادب ہے	۲۰
۹	باطنی آداب	۲۱
۱۰	پہلا ادب: حدیث شریف کی عظمت	۲۱
۱۱	عظمت کی ایک دلیل: اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت دل میں حدیث شریف کی عظمت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے	۲۱

۱۲	عظمت کی دوسری دلیل: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے نسبت	۲۲
۱۳	عظمت کی تیسری نسبت	۲۲
۱۴	عظمت کی چوتھی نسبت	۲۳
۱۵	عظمت کی پانچویں نسبت	۲۵
۱۶	عظمت کی چھٹی نسبت	۲۶
۱۷	امام مالکؒ کا حدیث کے ادب کا عجیب واقعہ	۲۶
۱۸	دوسرا ادب: محبت	۲۷
۱۹	تیسرا ادب: نیت کی درستگی	۲۹
۲۰	بدنیتی اور بے نیتی	۲۹
۲۱	پہلی نیت: اللہ تعالیٰ کی رضامندی	۳۰
۲۲	دوسری نیت: علم حاصل کرکے اللہ کی مرضی والی زندگی گذاریں گے	۳۱
۲۳	جیبی ڈائری	۳۱
۲۴	تیسری نیت: خود سیکھ کر دوسروں تک پہنچائیں گے	۳۲
۲۵	دین کی باتوں کے متعلق تین بنیادی مقاصد	۳۳
۲۶	جامع عمل	۳۴
۲۷	روزانہ صبح نیت کا استحضار کرلینا چاہیے	۳۵
۲۸	حدیث کی مجلس روحانی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلسِ مبارک ہے	۳۶
۲۹	روحانی تعلق	۳۷

۳۰	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت	۳۷
۳۱	ظاہری آداب	۳۹
۳۲	ہماری قوت اور صلاحیت علم حاصل کرنے میں لگنی چاہیے	۳۹
۳۳	ہمارا زیادہ سے زیادہ وقت حدیث کے پڑھنے اور مطالعے میں لگنا چاہیے	۴۱
۳۴	اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت عطا کی ہو تو اس سے کتابیں خریدنی چاہیے	۴۲
۳۵	حصولِ علم کا حرص اصلی حرص ہے	۴۳
۳۶	دوسرا ظاہری ادب: محنت کرنا	۴۳
۳۷	علامہ سعد الدین تفتازانیؒ کا واقعہ	۴۴
۳۸	امام غزالیؒ کا واقعہ	۴۵
۳۹	محنت سے راستے کھلتے ہیں	۴۶
۴۰	تکرار	۴۷
۴۱	باوضو پڑھنے کا اہتمام	۴۸
۴۲	روزانہ دو رکعت نفل، غسل اور خوشبو کا اہتمام ہو سکے تو کریں	۴۹
۴۳	حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ کا اہتمام	۵۰
۴۴	صاف ستھرا رہنا چاہیے	۵۰
۴۵	زبان سے عظمت کا اظہار کرنا: اللہ تعالیٰ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ رضی اللہ عنہم اور محدثین وغیرہ کا نام تعظیم کے ساتھ لینا چاہیے	۵۱

۴٦	اللہ تعالیٰ کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کرنا خلافِ ادب نہیں ہے	۵۱
۴۷	درود شریف کا اہتمام	۵۱
۴۸	حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے دعائے رضوان کے فوائد	۵۲
۴۹	آلاتِ علم اور اسبابِ علم کا ادب	۵۴
۵۰	کتابوں کے متعلق ایک اور قابلِ توجہ عمل	۵۴
۵۱	ٹپائی، درس گاہ اور ساتھیوں کا ادب	۵۵
۵۲	میرے مشفق حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری کی سبق اور مدرسے کے ساتھیوں کے متعلق ایک اصولی بات	۵۵
۵۳	حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحبؒ کا ملفوظ	۵٦
۵۴	علم حاصل کرنے میں شرم وحیا اور تکبر نہ ہو	۵۷
۵۵	سبق لکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے	۵۷
۵٦	سبق لکھنے کے فائدے	۵۷
۵۷	بہت ساری مفید شروحات درسی تقریروں سے وجود میں آئی ہیں	۵۸
۵۸	آداب پر پابندی سے عمل کرنا چاہیے	٦۰
۵۹	سبق میں حاضری کی پابندی کریں	٦۰
٦۰	مصنفین کے لیے دعا اور ایصالِ ثواب کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے	٦۱
٦۱	میرے اکابر کا ایصالِ ثواب کا اہتمام	٦۱
٦۲	دعاؤں کا خاص اہتمام کرنا چاہیے	٦۲

ابتدائیہ

درسِ بخاری شریف

الحمداللہ! جامعہ دارالاحسان بارڈولی میں مؤرخہ : ۱۳ رشوال المکرم ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۶ رمئی ۲۰۲۱ء بدھ سے ایک مزید نعمت اللہ تبارک وتعالیٰ نے عنایت فرمائی، اس ذات نے ہمارے جامعہ کو؛ بلکہ سرزمینِ بارڈولی کو بخاری شریف جیسی کتاب کے درس کے لیے منتخب فرمایا، ہم اِس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے، نیز دوسری خوشی اِس بات کی ہے کہ کئی دنوں سے یہ بھی تمنا تھی کہ اگر ہمارے جامعہ میں درسِ بخاری کا آغاز ہو تو ہمارے ہی شہر کی مقبول ومعروف شخصیت حضرت اقدس مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم کو بھی درسِ بخاری کے لیے منتخب کیا جائے، بس! اللہ کی ذات نے ہماری دعا کو شرفِ قبولیت بخشی اور آج یہ دن بھی ہمیں دکھادیا کہ من جانب اللہ اس شخصیت کا انتخاب بھی درسِ بخاری شریف کے لیے ہوگیا الحمداللہ!۔

بس! دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اِس سلسلے کو تا قیامت عافیت کے ساتھ جاری وساری رکھے اور بخاری شریف پڑھانے والے شیوخ کی، خصوصاً حضرت اقدس مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم کی عمر میں صحت وعافیت کے ساتھ خوب برکت عطا فرمائے اور ان کے درس سے ہم تمام کو فیض یاب بنائے، آمین۔

شیخ الحدیث حضرت اقدس مفتی محمود صاحب نے درسِ بخاری شروع کرنے سے پہلے حصولِ علم اور عظمتِ حدیث اور آدابِ حدیث کے متعلق بہت ہی قیمتی باتیں بیان فرمائی ہے، پہلے اسی کو ناظرین کی خدمت میں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

بندہ: عرفان سمول گودھروی

خادم التدریس: جامعہ دارلاحسان بارڈولی

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، اللّٰھُمَّ لا احصی ثناء علیك ا نت كما اثنیت علی نفسك، اللّٰھُمَّ لك الحمد كما ینبغی لجلال وجهك وعظیم سلطانك، اللّٰھُمَّ صل وسلم وبارك و انعم علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی اٰله وصحبه وعلی من تبعهم باحسان الی یوم الدین،اٰمین.

لاک ڈاؤن کے عالمی حالات کے بعد ۱۳؍شوال المکرم ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۶؍مئی ۲۰۲۱ء بروز بدھ کو وطنِ عزیز بارڈولی، ضلع: سورت، صوبہ: گجرات، مدرسہ جامعہ دارالاحسان میں پہلی مرتبہ دورۂ حدیث شریف کا آغاز ہوا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت نصیب ہوئی۔

اس بستی کو جو علم اور علما سے نسبت ہے اس کی قدرِ تفصیل بندے نے اپنی کتاب مرحوم والد کی سوانح ''فیضِ سلیمانی'' میں لکھی ہے، ملک کی آزادی کی نسبت سے بھی اس بستی کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔

لاک ڈاؤن کے حالات کے بعد کچھ پابندیاں تھیں جس کی وجہ سے دورۂ حدیث شریف کے اسباق ''حافظ جی'' مسجد میں شروع ہوئے، بعد میں حسبِ معمول مدرسے میں تعلیم جاری ہوئی۔

حدیث شریف کے مبادیات کو تقسیم کر لینا مناسب ہے

شوال کے مہینے میں دورۂ حدیث شریف کے اسباق اور مبادیات اور مقدمے

کے سلسلے میں اساتذہ کے درمیان ایک مشورہ ہوا؛ چوں کہ حدیث شریف کے مبادیات بھی ایک مستقل موضوع ہے اور اس کے بھی عناوین بڑی مقدار میں پھیلے ہوئے ہیں، مشورے میں یہ مناسب معلوم ہوا کہ مبادیات کے متعلق جو مباحث ہیں مختلف اساتذہ کے درمیان اس کے عناوین تقسیم کردیے جائیں؛ تاکہ تمام عناوین آبھی جائیں اور تکرار بھی نہ ہو، رہا مقدمۃ الکتاب تو وہ ہر استاذ اپنے متعلقہ کتاب کا اپنے طور پر طلبہ کے سامنے پیش کردے؛ اس لیے مقدمۃ العلم (یعنی مقدمۂ علمِ حدیث، مصنف اور کتاب کا تعارف) کے لیے تقسیم والی یہ ترتیب اختیار کی گئی۔

ساتھ ہی مشورے سے صحاح کے ابواب کو بھی تقسیم کرنے کی ترتیب بنی؛ تاکہ صحاح، موطین اور طحاوی شریف میں پھیلے ہوئے مختلف عنوان اور ابواب پر درایتاً کلام دورۂ حدیث شریف کے بھائیوں کے سامنے کہیں نہ کہیں آجاوے، یہ ایک مستقل موضوع ہے، اس کو کسی اور وقت پر پیش کیا جائے گا ان شاء اللہ!۔

بہر حال! اس سلسلے میں بندے کے متعلق دو موضوع حوالے ہوئے: ایک حدیث شریف کے آداب اور دوسرا امام ابوحنیفہ اور علمِ حدیث۔

پہلے موضوع کے متعلق بندے کو اللہ کے فضل وکرم سے جو باتیں دورۂ حدیث شریف میں شریک بھائیوں کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اس کو رکارڈنگ کے ذریعے سے پہلے محفوظ کیا گیا، پھر اس کو کتابی شکل میں تیار کیا گیا۔

علم سیکھنے اور سکھانے کی ابتدا کیسے ہو؟

نفسیاتی طور پر یہ چیز بہت ضروری ہے کہ مکتب کی تعلیم ہو یا دارالعلوم

وجامعات کی تعلیم، سب سے پہلے پڑھنے والے طلبہ کے سامنے جو علم پڑھا پڑھایا جارہا ہے اس کی فضیلت کہ اس کے پڑھنے پر ہمیں کیا حاصل ہوگا؟ ہمیں کیا ملے گا؟ اور اس سلسلے میں واقعات، یہ بتلانا بہت ضروری ہے، نیز اُس علم کے متعلق جو آداب ہیں وہ بھی ذکر کرنا ضروری ہے، بہت سی جگہوں پر اس ترتیب کو اپنایا نہیں جاتا؛ بلکہ آنے والے طالبین کو پہلے ہی دن سے سبق شروع کرادیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے بہت سی مرتبہ حصولِ علم میں اکتاہٹ اور بعض مرتبہ علم کے متعلق نفرت تک میں تبدیل ہوجانے کا ذریعہ بنتی ہے۔

اس لیے بہت ضروری ہے کہ سب سے پہلے جو علم ہم پڑھارہے ہیں اس کے فضائل، مناقب اور اس سلسلے میں واقعات بچوں کو سنا کر کے شوق پیدا کیا جائے، اگر شوق پیدا ہوا تو اس کے لیے محنت اور مجاہدہ آسان ہوگا، نیز آداب کو ذکر کرنا بھی بہت ضروری ہے؛ تاکہ صحیح ڈھنگ سے اس علم کو حاصل کرسکے۔

یہ جو آداب پیش کیے گئے یہ میرے اکابر کا فیض ہے، اس میں بہت سی باتیں میرے پیرومرشد اور مشفق استاذ فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی نوراللہ مرقدہ کی ہیں، نیز استاذِ مرحوم شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند حضرت مفتی سعید صاحب پالنپوری نوراللہ مرقدہ سے جب دارالعلوم دیوبند میں ترمذی شریف اور حجۃ اللہ البالغہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی اس وقت جو سنا تھا اور حضرت کی بخاری شریف کی درسی تقریر سے بہت سی باتوں کا استفادہ کیا ہے۔

نیز میرے محسن، بہت ہی مشفق، مربی استاذ اور مرشدِ ثانی حضرت اقدس شیخ

الحدیث مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ سے دورۂ حدیث شریف کے سال بخاری شریف جلد ثانی اور بندے کی تدریس کے زمانے میں بخاری شریف اول (دوبارہ) جب پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی تو جو باتیں سنی تھیں اس کو پیش کیا ہے۔

نیز میرے مشفق شیخ الحدیث مولانا سلیم دھورات صاحب لیسٹر دامت برکاتہم العالیہ کا رسالہ جو حدیث کے آداب کے متعلق ہے اس کو بھی دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی؛ گویا کہ یہ سب میرے اکابر کا فیض ہے، اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے اور اس کام میں جن کا بھی حصہ لگا ہے ان سب کے لیے صدقۂ جاریہ بناوے، اپنی رضا کے حصول کا ذریعہ بناوے اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے عشق کے حاصل ہونے کا ذریعہ بناوے۔

اِس رسالے کو بار بار سنا جاوے پڑھا جاوے اور اس کے مطابق عمل کیا جاوے تو ان شاء اللہ! بہت ہی فائدہ مند ہوگا۔

(مفتی) محمود مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی

مؤرخہ: ١٢/رجب ١٤٤٣ھ

مطابق: ١٥/فروری ٢٠٢٢ء

حصولِ علم اور حدیث کی عزت اور آداب سے متعلق قیمتی باتیں

(افادات: حضرت مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم العالیہ)

بخاری کے سبق سے پہلے کا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّابَعْدُ!

فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَاَحْسَنَ الْھَدْيِ ھَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَخَیْرَ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُھَا وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلَّ ضَلَالَۃٍ فِيْ النَّارِ.

وَبِالسَّنَدِ الْمُتَّصِلِ مِنَّا اِلَی الشَّیْخِ الْاِمَامِ الْھُمَامِ، حَافِظِ الْحُجَّۃِ، اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فِيْ الْحَدِیْثِ، اَبِيْ عَبْدِ اللّٰہِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ الْمُغِیْرَۃَ بْنِ الْبَرْدِزْبَۃَ الْجُعْفِيِّ الْیَمَانِيِّ الْبُخَارِيِّ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَنَفَعَنَا بِعُلُوْمِہٖ، آمین.

نوٹ: میرے اساتذہ کے یہاں یہ معمول رہا کہ وہ بخاری شریف کا سبق شروع کرنے سے پہلے اس خطبے کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔

اور جب حدیث کی سند پوری ہوتو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے پہلے صحابی کے نام کے بعد ’’رَضي اللّٰہ تعالیٰ عنه و عنهم و عنا جمیعا‘‘ پڑھیں: تاکہ ’’عنه‘‘ میں وہ صحابی اور ’’عنهم‘‘ میں باقی تمام روات اور ’’عنا جمیعا‘‘ میں ہم سب سبق میں شریک آجاویں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.اَمَّا بَعْدُ!

بھائیو! اِس وقت دنیا کے جو حالات چل رہے ہیں کہ بہت سارے لوگ (کورونا کے نام سے) بیمار ہیں، بہت سارے لوگ دنیا سے چلے گئے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو زندگی کی یہ عظیم نعمت عطا فرمائی اور اس کے ساتھ پھر سے دین کا علم سیکھنے کی ہم کو توفیق وسعادت عطا فرمائی۔

''صلوۃ الشکر'' کا اہتمام کریں

اس لیے سب سے پہلے آپ حضرات سے ایک درخواست یہ ہے کہ:

دو رکعت ''صَلوٰةُ الشُّکر'' اس نیت سے پڑھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں پھر سے دین کا علم سیکھنے کی سعادت اور توفیق نصیب فرمائی، اِس عظیم نعمت پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

بلکہ ہر جماعت کے ہر طالبِ علم کو چاہیے کہ ہر سال شوال کے مہینے میں (جس مدرسے میں سال کے شروع ہونے کا جو مہینہ ہو اس میں) جب تعطیلات کے بعد مدرسہ پہنچے تو صلوۃ الشکر کا اہتمام کریں کہ اللہ تعالیٰ نے پھر سے عافیت کے ساتھ مدرسے میں حاضری کی سعادت عطا فرمائی۔

اسی طرح دوسری دو رکعت ''صَلوٰةُ الشُّکر'' اس نیت سے پڑھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں دورۂ حدیث شریف کے سال کی سعادت عطا فرمائی۔

آپ لوگوں نے جب ناظرہ قرآن شریف اور درجۂ حفظ شروع کیا ہوگا، اس کے بعد فارسی کا درجہ شروع کیا ہوگا اس وقت آپ کے کچھ ساتھی تھے جو پڑھنے میں

آپ کے ساتھ تھے؛ لیکن بعد میں ان کا علمی سلسلہ باقی نہیں رہا، مختلف عوارض کی وجہ سے ان لوگوں نے علمی سلسلہ ختم کر دیا، یا ہو گیا اور وہ دورۂ حدیث اور دین کا علم حاصل کرنے کی سعادت سے محروم ہو گئے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو یہ موقع اور سعادت عطا فرمائی کہ ہم نے ناظرہ پڑھا، پھر بہت سوں نے قرآن کا حفظ پورا کیا، اس کے بعد فارسی وعربی درجات پڑھے اور آج اللہ تعالیٰ نے یہ خوشی اور سعادت کا دن دکھایا کہ ہم دورۂ حدیث تک پہنچ گئے تو اس نعمت کے شکر کے لیے تیسری دو رکعت ادا کرنی ہے؛ کیوں کہ ہر نعمت کے لیے ایک عمومی قانون ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝٧ (ابراھیم)

ترجمہ: اگر تم واقعی (میرا) شکر کرو گے تو میں تم کو زیادہ (نعمت) دوں گا اور اگر تم نے (میری نعمت پر) ناشکری کی تو اچھی طرح سمجھ لینا کہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔

(از: تیسیر القرآن)

شکر کرنے پر نعمت کی زیادتی کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت ہے کہ انھوں نے ہمیں حضراتِ محدثین کے مبارک علمی سلسلے سے وابستہ رکھا ہے، اسی کے شکر کے لیے دو رکعت مزید پڑھنا چاہیے؛ بلکہ "صلوۃ الشُّکر" کے ساتھ دل میں شکر کے احساسات بھی ہوں اور زبان سے بھی بار بار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

"صلوۃ الحاجۃ" بھی پڑھنی چاہیے

نیز دو رکعت "صلوۃ الحاجۃ" بھی پڑھ لیں، مشکوۃ شریف میں آپ لوگوں نے دعائے حاجت بھی پڑھی ہے اس کو بھی پڑھیں، اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے

رہیں کہ: اللہ تعالیٰ دورۂ حدیث کا یہ مبارک سال اپنے فضل سے آسان فرمائے، پورے سال صحت وتندرستی بھی باقی رکھے؛ ورنہ اللہ نہ کرے! بیماریاں آجاتی ہیں تو اسباق سے محروم ہوجاتے ہیں؛ اس لیے اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعاؤں کا اہتمام ہو، اسباق کی پوری پوری پابندی ہواور اسباق سے غیر حاضری نہ ہو۔

بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، طحاوی شریف، مؤطین شریفین، شمائل شریف، ان سب حدیث کی کتابوں میں قرآنِ مجید کی آیات اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی احادیثِ مبارکہ، حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور حضراتِ محدثین کے اقوال موجود ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کا سمجھنا ہمارے لیے آسان فرمادے۔

لہٰذا ''صلوۃ الحاجۃ'' بار بار پڑھو، کم سے کم ہفتے میں ایک بار جمعرات یا جمعہ کو ضرور پڑھو اور دعا کرو کہ: اے اللہ! آپ کے نیک بندے حضراتِ محدثین نے قرآن کی آیتیں، احادیثِ مبارکہ، صحابۂ کرامؓ کے اقوال وغیرہ جمع کیے ہیں وہ سب ہمیں سمجھا دیجیے اور اس پر عمل کرنا بھی آسان فرمادیجیے۔

حدیث شریف پڑھنے کے آداب

حدیث شریف پڑھنے کے متعلق یہ ایک اہم عنوان ہے، فارسی کا ایک مشہور مقولہ ہے ''باادب بانصیب''؛ یعنی آدمی جو چیز ادب کے ساتھ حاصل کرتا ہے تو اس میں آدمی کا نصیب اور تقدیر کھل جاتی ہے، آدمی خیر اور بھلائی کا ایک بڑا حصہ حاصل کرلیتا ہے؛ اس لیے جو چیز ادب کے ساتھ حاصل کی جاتی ہے اس میں خیر، بھلائی، برکت اور رحمت آجاتی ہے۔

ادب کی برکت سے ایمان کی دولت اور دنیا میں جنت کا مشاہدہ

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ: جادوگر لوگ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مقابلے کے لیے میدان میں جمع ہوئے، وہ تمام جادوگر فرعون کے لوگ تھے، اسی نے ان کو پیسے اور انعام کی لالچ سے بلایا تھے: اس لیے وہ چاہتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم کرتے کہ: اے موسیٰ! پہلے آپ اپنا جادو دکھایئے؛ لیکن ان لوگوں نے ترتیب یہ اپنائی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عرض کرنے لگے:

قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ﴿۱۱۵﴾ (الاعراف)

ترجمہ: وہ (جادوگر) کہنے لگے: اے موسیٰ! یا تو (جو تم ڈالنا چاہتے ہو) تم ڈالو یا (ہم کو جو ڈالنا ہے) ہم ڈال دیتے ہیں۔ (از: تیسیر القرآن)

اِس آیت سے ایک ادب مستنبط کیا گیا ہے کہ جادوگر فرعون کے سرکاری لوگ تھے اس کے باوجود انھوں نے اللہ کے نبی کا ادب کیا؛ کیوں کہ جب یہ میدان میں آئے تب ہی ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشانی دیکھ کر سمجھ لیا تھا کہ یہ ہمارے جیسا جادوگر آدمی نہیں ہے، اس کے ساتھ کوئی غیبی مدد ضرور ہے، اسی کے پیشِ نظر انھوں نے ادب کا اظہار کیا اور اس ادب کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اسی میدان میں ان سب جادوگروں کو ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیا؛ بلکہ تفسیری روایت کے مطابق انھوں نے جنت کا مشاہدہ بھی کرلیا؛ یعنی وہ لوگ سجدے میں گر گئے اور سجدے میں جنت کا مشاہدہ ہوا۔

اس سے یہ نکتہ نکالا ہے کہ یہ سب ادب کی برکت تھی، ایک کافر آدمی ایک نبی کا

ادب کرے اور اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی دولت عطا فرمادے اور اللہ تعالیٰ ان کو جنت کا بھی مشاہدہ بھی کرادے تو اگر ہم بھی ادب سے علم حاصل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نوازیں گے۔

قرآن متن ہے اور حدیث اس کی شرح ہے

یہ علمِ حدیث قرآنِ مجید سے جڑا ہوا ہے کہ قرآن ایک متن ہے اور حدیث اس کی شرح ہے، یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، قرآن کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے اور حدیث شریف کے الفاظ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جاری ہوئے؛ لہٰذا یہ فنِ حدیث بڑا اشریف اور بڑا برکت والا فن ہے؛ اس لیے جو مجلس حدیث شریف کی ہوگی وہ من وجہٍ قرآنِ مجید کی بھی مجلس ہے، اور ائمۂ حدیث خصوصاً حضرت امام بخاریؒ بکثرت قرآنِ مجید کی آیتیں ذکر فرماتے ہیں، سب سے پہلے ترجمۃ الباب جولائے ہیں وہ قرآن کی آیت سے شروع فرمایا ہے۔

ادب کی برکت سے نورانیت اور رحمت

اس لیے ہم اسے آداب کی رعایت کرتے ہوئے حاصل کریں گے تو ہمارے علم اور عمل میں ان شاء اللہ! بہت ہی نورانیت، رحمت، خیر و برکت حاصل ہوگی۔

اس لیے حدیث شریف کے حصول کے لیے چند موٹے موٹے آداب ہیں جو یہاں آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے اور آپ کے لیے ان آداب پر عمل کرنا آسان فرمائے اور ان آداب کی برکتوں سے دنیا اور آخرت میں مجھے اور آپ کو مالا مال فرمائے۔

آداب کی دو قسمیں ہیں

ادب دو طریقے کا ہوتا ہے:

(۱) ظاہری ادب (۲) باطنی ادب۔

اصل باطنی ادب ہے

آج کل جب ادب کا لفظ بولا جاتا ہے تو عموماً لوگ اسے ظاہری ادب سمجھتے ہیں، ظاہر ادب بھی بہت اچھی چیز ہے؛ لیکن اصل تو باطنی ادب ہے، مثال کے طور پر لوگ بادشاہوں اور حکام وغیرہ کا بھی بہت ادب کرتے ہیں؛ لیکن اس ادب کا تعلق ظاہر سے ہے کہ جب تک وہ اس منصب پر ہے وہاں تک لوگ ادب کریں گے جیسے ہی یہ لوگ منصب سے ہٹ جائیں لوگ ادب کرنا چھوڑ دیں گے؛ بلکہ یہ بھی بہت ممکن ہے کہ جو لوگ ان کا ادب کرتے تھے وہی لوگ ان کو گرفتار کر کے جیل میں بٹھا دیں؛ لہٰذا اصل ادب باطنی ادب ہے؛ کیوں کہ علمِ حدیث کی عظمت اور ادب کا تعلق باطن سے ہے کہ ہم باطن سے، دل ودماغ سے علمِ حدیث کی عظمت اور اس کا ادب اپنے اندر پیدا کریں۔

جتنی بھی باطنی چیزیں ہیں وہ باہر سے نظر نہیں آتیں؛ لیکن یہی اصل ہوتی ہیں، مثلاً درخت کی ٹہنیاں، پھول، پھل وغیرہ ظاہر میں ضرور نظر آتے ہیں؛ لیکن اس کی جڑ نہیں دکھائی دیتی؛ حالاں کہ وہی اصل ہے، اگر درخت کی جڑ اندر سے سڑ جائے تو اوپر بھی سب سوکھنا شروع جائے گا اور جڑ زندہ رہے گی تو اوپر بھی سب ہرا بھرا نظر آئے گا، اسی طرح جتنے بھی باطنی آداب ہیں وہ باہر سے نظر نہیں آتے جب کہ وہی اصل ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اصل ادب باطنی ادب ہے اور باطنی ادب کی بڑی اہمیت ہے!!

باطنی آداب

یہاں باطنی آداب ذکر کیے جاتے ہیں۔

پہلا ادب: حدیث شریف کی عظمت

سب سے پہلا ادب ''عظمت'' ہے جس کا تعلق باطن اور دل سے ہے؛ یعنی اس علمِ شریف کی عظمت ہمارے دل ودماغ میں موجود ہو کہ ایک بڑا عظیم علم ہم سیکھنے جارہے ہیں۔

آج عظمت نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے اس علم کی صحیح قدر نہیں کی، آدمی کسی چیز کی قدر اس وقت کرتا ہے جب اس کے دل میں اس چیز کی عظمت ہوتی ہے اور جب عظمت نہیں ہوتی تو پھر قدر بھی نہیں ہوتی، مثلاً ایک آدمی سونے (GOLD) کو بڑی عظمت سے دیکھتا ہے، اس کی قدر کرتا ہے، اس کو سنبھال کر رکھتا ہے، اس کی پوری حفاظت کرتا ہے؛ گویا عظمت اور قدر دونوں کا آپس میں جوڑ ہے؛ اس لیے اس علم کی عظمت ہمارے دل میں ہونا بہت ضروری ہے۔

عظمت کی ایک دلیل: اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت

دل میں حدیث شریف کی عظمت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے

حدیث کے مضامین اور مطالب اللہ تعالیٰ کے یہاں سے آئے ہیں اور الفاظ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک زبان سے جاری ہوئے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿۴﴾ (النجم)

ترجمہ: اور نہ وہ اپنے نفس کی خواہش سے کچھ بولتے ﴿۳﴾ وہ تو ایک وحی ہے

جو (ان کی طرف) بھیجی جاتی ہے۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَہٗ ﴿۱۹﴾ (القیامۃ)

ترجمہ: پھر اس (کے معانی اور مطالب) کو کھول کر بتانا ہماری ذمے داری ہے۔

گویا وضاحت اور تفسیر جو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لسانِ اقدس سے جاری ہوئی وہ بھی من جانب اللہ ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اس علمِ شریف کی عظمت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔

عظمت کی دوسری دلیل: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے نسبت

عظمت کے لیے یہ بھی بہت بڑی چیز ہے کہ احادیثِ مبارکہ کا سلسلہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے جُڑا ہوا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکت ہمارے لیے اللہ کی ذات کے بعد سب سے زیادہ عظمت والی ہے؛ اس لیے اس فنِ حدیث کی عظمت کے لیے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت یہ بہت بڑی چیز ہے۔

عظمت کی تیسری نسبت

اللہ تعالیٰ کے یہاں سے جب یہ علوم حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو بہت سی مرتبہ واسطہ حضرت جبریل امین علیہ السلام بنے:

وَاِنَّہٗ لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِہِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ ﴿۱۹۳﴾ علی قَلۡبِکَ لِتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ. (الشعراء)

ترجمہ: اور یقیناً وہ (قرآن) تو تمام عالموں کے رب ہی کا اتارا ہوا ہے،

تمھارے دل پر ایک امانت دار فرشتہ (حضرت جبریل علیہ السلام) اس (قرآن) کو لے کر اترا ہے؛ تاکہ تم ڈرانے والے رسولوں میں شامل ہو جاؤ۔ (از: تیسیر القرآن)

گویا حضرت جبریل علیہ السلام بھی سراپا نور، عظمت اور بزرگی والے۔

اور ایک قول کے مطابق سورۂ نجم کی اِن آیتوں کے مصداق حضرت جبریل امین علیہ السلام ہیں:

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝۶ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝۷

ترجمہ: ایک مضبوط طاقت والا (فرشتہ) ان کو سکھلاتا ہے، جو زور والا ہے، پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا، اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا۔ (از: تیسیر القرآن)

حضرت جبریل علیہ السلام کتنے مقدس فرشتے ہیں جن کے اوصاف، کمالات، اور خوبیاں باری تعالیٰ نے قرآن میں ذکر فرمائی اور یہ سعادت کیا کم ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے واسطہ بنے۔

عظمت کی چوتھی نسبت

عظمت کی ایک دلیل یہ ہے کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان علوم کو امّت تک پہنچانے کے لیے حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی وہ مقدس جماعت واسطہ بنی جن کی ایک ایک ادا اللہ تعالیٰ کو بہت پیاری لگتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ. (الفتح:۱۸)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ (ان) ایمان والوں سے خوش ہو گئے جب کہ وہ تم سے (ایک) درخت کے نیچے (جہاد میں جم کر رہنے پر) بیعت کرنے لگے۔ (از: تیسیر القرآن)

وہ حضرات درخت کے نیچے بیعت ہوئے تو اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا اتنی پسند

آئی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن میں ذکر فرمادیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ. (الفتح:۲۹)

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ (یعنی صحابہ) ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں سخت اور آپس میں (ایک دوسرے کے لیے) رحم دل ہیں، تم ان کو دیکھو گے (کبھی) رکوع میں ہیں (کبھی) سجدے میں ہیں (خلاصہ یہ ہے کہ) وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا (یعنی خوشنودی) کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں، ان کی علامت سجدوں کے اثر (یعنی تاثیر) سے اُن کے چہروں پر (صاف ظاہر ہو رہی) ہیں۔ (از: تیسیر القرآن)

گویا اللہ تعالیٰ اس مقدس جماعت کے کمالات کو قرآن میں بیان فرماتے ہیں اور اگر ان سے کوئی چوک ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کی اس غلطی پر معافی کا اعلان فرما دیتے ہیں، اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کتنی مقدس ہے کہ قرآنِ مجید میں خود اللہ تعالیٰ ان کی تعریف، ان کے اوصاف و کمالات بیان فرمائیں اور حد تو یہ ہے کہ ان کے ایمان کو بعد والی امت کے لیے معیار بنا دیا، کہ بعد والی امت اگر ایمان لائے تو ان کے جیسا ایمان لائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ. (البقرۃ:۱۳)

ترجمہ: تم لوگوں (یعنی کامل مؤمن صحابہ رضی اللہ عنہم) کے ایمان لانے کی طرح ایمان لے آؤ۔ (از: تیسیر القرآن)

یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جیسا ایمان لاؤ تو تمھارا ایمان معتبر ہے؛ ورنہ ایمان معتبر نہیں ہے۔

یہ ہمارے لیے عظمت کی بہت بڑی دلیل ہوگئی کہ یہ علوم حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نورانی واسطے سے اس امّت کو مل رہے ہیں۔

عظمت کی پانچویں نسبت

پھر حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جنھوں نے یہ علم حاصل کیا وہ تابعین کی جماعت ہے، تابعین سے جنھوں نے یہ علم حاصل کیا وہ تبعِ تابعین کی جماعت ہے، جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زبان سے سند دی گئی:

خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْ نَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ.(متفق علیہ)

ترجمہ: سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو ان کے قریب ہوں، پھر وہ جو ان کے قریب ہوں۔

سبحان اللہ! جس مقدس جماعت کو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''خیر'' ہونے کا اعجاز عطا فرمایا وہ ان علوم کے ہم تک پہنچنے کا واسطہ اور ذریعہ بنی، اور قرآن میں بھی اشارۃً ان کا ذکر ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. (التوبۃ:۱۰۰)

ترجمہ: اور وہ مہاجرین اور انصار جنھوں نے (ایمان کی دعوت قبول کرنے میں) سب سے پہلے سبقت کی اور جن لوگوں نے نیکی کے ساتھ ان کی اتباع کی، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گئے اور وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ (از: تیسیر القرآن)

اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جنھوں نے مہاجرین اور انصار کی صحیح معنوں میں اتباع کی؛ لہٰذا تابعین اور تبع تابعین کی جماعت بھی اس میں شامل ہے۔

عظمت کی چھٹی نسبت

پھر ان کے بعد یہ علوم جن ائمۂ حدیث اور جن راویوں کی برکت سے ہم تک پہنچے، جیسے حضرت امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداوٗدؒ وغیرہ، یہ تمام بڑے بڑے ائمۂ حدیث ہیں۔

یہ سب ائمۂ حدیث اور تمام رواتِ حدیث بھی ماشاء اللہ! علم وعمل، دیانت، اخلاص، صلاح وتقویٰ، اتباعِ سنت، عشقِ الٰہی اور عشق نبوی سے لبریز لوگ تھے۔

گویا یہ عظمت کی ایک بڑی دلیل ہے۔

لہٰذا اس علم کی عظمت ہمارے دلوں میں ہونی چاہیے، عظمت ہوگی تو ہمارے لیے اس علم کو پڑھنا آسان ہوجائے گا۔

امام مالکؒ کا حدیث کے ادب کا عجیب واقعہ

مؤطا امام مالک کے شروع میں یہ واقعہ آپ پڑھوگے، عبداللہ ابن مبارکؒ نے فرمایا کہ: امام مالکؒ ایک مرتبہ حدیث کا درس دے رہے تھے، اس دوران سولہ مرتبہ بچھو نے آپ کو کاٹ لیا؛ لیکن آپ نے درس جاری رکھا، ڈنک کی تکلیف کی وجہ سے آپ کا رنگ بدل جاتا تھا؛ لیکن اپنے طرزِ عمل میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی، جب درس سے فارغ ہوئے تو ابن مبارک نے دریافت فرمایا کہ: حضرت! آج درس کے دوران میں نے آپ کی وہ حالت دیکھی جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی، اس وقت

آپ نے بچھو کے کاٹنے کا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ: عظمت وجلالِ نبوی نے مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ میں برابر حدیث پڑھا تا رہوں اور اس تکلیف پر صبر کروں۔

کیسی عظمت ان کے دل میں ہوگی کہ بچھو ڈنک مار رہا ہے، اس کے زہر کا اثر بھی ہو رہا ہے جس کی وجہ سے تکلیف بھی ہو رہی ہے، پھر بھی حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی حدیث کی عظمت کی وجہ سے آپ نے حدیث کے درس کو نہیں روکا اور حدیث شریف پوری عظمت کے ساتھ لوگوں کو سکھاتے رہے۔ اسی کو عظمت کہتے ہیں۔

بس! اسی عظمت کے ساتھ اس علم کو حاصل کروگے تو ان شاء اللّٰہ! بہت کچھ حاصل ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان علومِ شرعیہ دینیہ کی عظمتِ کامل کا استحضار کامل طور پر ہر ہمیش عطا فرمائے اور اس کی قدر نصیب فرمائے۔

دوسرا ادب: محبت

علمِ حدیث سے ہم لوگ محبت پیدا کریں، ان احادیثِ مبارکہ میں قرآن کی آیات بھی ہیں، اسی طرح احادیث کی کتابوں میں اقوالِ صحابہ بھی ہوتے ہیں ان سب مقدس چیزوں سے محبت ہونی چاہیے۔

محبت کی وجہ کیا ہے؟ قرآنِ مجید اللہ کا کلام ہے، احادیث حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی مبارک زبان سے نکلی ہوئی باتیں ہیں، ہم کو اللہ تعالیٰ سے اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ اور آپ کے اقوال و اعمال سے جس طرح محبت ہونی چاہیے اور ہے اسی طرح اس علمِ حدیث سے بھی محبت ہونی چاہیے۔

عربی کا مقولہ ہے:

حُبُّكَ الشَّيْءِ يُعْمِيْ وَيُصِمْ۔

یعنی انسان کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کے پیچھے وہ اندھا، بہرا ہو جاتا ہے۔

غرض یہ کہ اس علمِ شریف سے ہمیں محبت ہوگی تو ہم دیوانے بن کر اس کے پیچھے محنت کریں گے اور اس کے حصول اور اس پر عمل کی کوشش کریں گے۔

اسی طرح انسان کو جب کسی چیز سے محبت ہوتی ہے تو اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے، جیسے ہم کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ. (البقرة:۱۶۵)

ترجمہ: اور ایمان والے اللہ تعالیٰ ہی سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔

ایمان والوں کو سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہے

تو اللہ کی محبت کی وجہ سے ہم قرآن سے بھی محبت کرتے ہیں؛ اس لیے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور جو اس کلام کو پڑھے گا وہ بھی اللہ کا محبوب ہو جائے گا، اسی طرح حدیث شریف سے محبت اس لیے ہے کہ یہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے۔

یاد رکھو! حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق اور محبت کے بغیر حدیث شریف کے علم کی برکت حاصل نہیں ہوتی ہے، حدیث شریف کے الفاظ بغیر عشق و محبت کے بھی حاصل ہو جائیں گے؛ لیکن حدیث کا جو اصل لب لباب، مغز اور روحانیت ہے جو کہ اس کا باطن ہے وہ بغیر عشق و محبت کے کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

آج دنیا میں بہت سارے غیر مسلموں نے اسلامی علوم کو گہرائی سے حاصل کیا ہے، ریسرچ (Research) کیا ہے؛ علمِ حدیث میں PhD کیا ہے، لیکن ان کے دل میں حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عشق نہیں ہے؛ اس لیے ظاہری حدیث کا علم ان کو فائدہ نہیں دیتا۔

جب بخاری شریف جلدِ اول پہلی مرتبہ ''حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوریؒ سے پڑھی تھی تو وہ اس مضمون پر ایک شعر پڑھا کرتے تھے، بہت ہی پیارا شعر ہے، آپ بھی اس کو یاد کرلو:

بے عشق محمد کے جو پڑھتا ہے بخاری	اسے آتا ہے بخار، آتی نہیں بخاری

یعنی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عشق کے بغیر جس نے بخاری پڑھی تو ظاہری علم کی کچھ ترقی تو مل جائے گی؛ لیکن اصل بخاری شریف اور حدیث شریف کی برکات اور روحانیت وہ اس کو حاصل نہیں ہوگی، یہ بہت ہی اہم باطنی ادب ہے۔

تیسرا ادب: نیت کی درستگی

اِس علمِ شریف کے حصول کے لیے ایک ادب نیت کا درست ہونا ہے، ہم بخاری شریف کی پہلی حدیث میں ان شاء اللہ! پڑھیں گے، اس میں یہی تصحیحِ نیت کا سبق ہے، اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوجائے، ہماری آخرت بن جائے، یہ اصل نیت ہے۔

بدنیتی اور بے نیتی

میرے استاذِ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری نور اللہ مرقدہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ: نیت میں ایک چیز سوئے نیت؛ یعنی بُری نیت ہے اور ایک چیز ہے بے نیتی اور لا نیتی؛ یعنی کوئی نیت ہی نہیں ہے۔

اِس زمانے میں بُری نیت والے بھی ہوں گے؛ لیکن بے نیت والے زیادہ ہیں اور جس طرح بری نیت نقصان کرتی ہے اسی طرح بے نیتی بھی نقصان کرتی ہے، بے نیتی کا مطلب یہ ہے کہ جیسے شوال کا مہینہ شروع ہوگیا تو معمول کے مطابق بس

مدرسہ چلو، ہمیں دورۂ حدیث تک تو مدرسے میں جانا ہی ہے؛ اس لیے والدین نے روانہ کردیا اور ہم آگئے۔

مدرسہ کیوں آئے؟ کیا نیت ہونی چاہیے؟

اس کا کوئی استحضار نہیں، یہی بے نیتی اِس وقت ہم کو تباہ کررہی ہے۔

پہلی نیت: اللہ تعالیٰ کی رضامندی

اس لیے ہمیں نیت کا استحضار ہونا چاہیے کہ ہم کیوں علم حاصل کر رہے ہیں؟ ہم اپنی جوانی کا قیمتی سرمایہ لگا رہیں ہے؛ اس لیے سب سے پہلے یہ نیت ہو کہ میرے اللہ مجھ سے راضی ہوجائے:

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۱﴾. (اللیل: ۲۰)

ترجمہ: اس کا مقصد تو صرف اپنے رب کی خوشی حاصل کرنا ہے جن کی شان سب سے اونچی ہے، اور یقین رکھو کہ ایسا شخص عنقریب خوش ہوجائے گا۔ (از: تیسیر القرآن)

اللہ کی خوش نودی حاصل کرنا ہے، یہ ہماری بنیادی نیت ہونی چاہیے۔

آپ حضرات ابوداؤ شریف میں ایک حدیث پڑھوگے اور مشکوٰۃ شریف میں بھی یہ روایت پڑھ چکے ہو، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهِ وَجْهُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ (يَعْني رِيْحَهَا) يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (ابوداؤد)

جو علم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حاصل کیا جاتا ہے، اگر کوئی اس علم کو دنیا کے لیے حاصل کرتا ہے تو اس کو جنت کی خوشبو بھی حاصل نہیں ہوگی۔

اب یہ شرعی اور دینی علوم ہیں، قرآن وحدیث کے علوم ہیں، ان کو دنیا کی

خاطر اگر کوئی حاصل کرے تو اس کو جنت کی خوشبو بھی حاصل نہیں ہوسکتی؛ چہ جائے کہ اس کو جنت مل جائے؛ لہٰذا سب سے پہلی نیت یہ ہو کہ میں اپنے اللہ کو راضی کرنا چاہتا ہو۔

دوسری نیت: علم حاصل کر کے اللہ کی مرضی والی زندگی گذاریں گے

دوسری نیت یہ ہو کہ میں مسلمان ہوں، اللہ کا بندہ ہوں، اللہ میرے خالق و مالک ہیں، اللہ تعالیٰ کی مرضی والی زندگی گذارنا میرے لیے لازم ہے، جیسے کوئی نوکر کسی کے یہاں ملازمت کرتا ہے تو اگر وہ نوکر اپنے مالک کی خوشنودی کا کام کرے گا تو اس نوکر کو اس کی ملازمت میں ترقی ملے گی اور فائدہ بھی ہوگا، اگر اس کا مالک کچھ اور چاہے اور نوکر کچھ اور کام کرے تو اس کو ترقی نہیں ملے گی، اسی طرح ہمارے خالق و مالک، ہمارے اللہ ہیں، وہ اللہ ہم سے کیسی زندگی چاہتے ہیں؟ وہ ہمیں اس علم کے ذریعہ سیکھنا ہے اور ہم اس علم سے ہمارے خالق و مالک کی مرضی والی زندگی سیکھیں گے اور اسی کے مطابق ہم ہماری زندگی بنائیں گے۔

اب ہمارے خالق و مالک ہم سے کیسی زندگی چاہتے ہیں وہ ہمیں کیسے پتہ چلے گا؟ یہ ہمیں قرآن وحدیث کے ذریعہ سے پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیسے افعال، اعمال، ارادے، عزائم، خیالات اور افکار چاہتے ہیں؛ لہٰذا علم کے حصول کے لیے دوسرے نمبر کی نیت یہ ہو کہ جس اللہ نے مجھے پیدا کیا وہ ہم سے کیسی زندگی چاہتے ہیں وہ ہم اس علم سے سیکھیں گے اور اس کے مطابق ہماری زندگی بنائیں گے۔

جیبی ڈائری

میں آپ تمام بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ: ایک اچھی قسم کی جیبی ڈائری

خرید کر جیب میں ہمیشہ رکھیے، ساتھ میں قلم بھی رکھیے، ایسے تو قرآنِ مجید کی ہر ہر آیت اور ہر ہر حدیث ہماری زندگی کے لیے مشعلِ راہ ہے؛ لیکن بہت سی باتیں وہ آئیں گی جن پر ہمیں فوری عمل شروع کرنا ہے تو ایسی باتوں کو ہم ڈائری میں نوٹ کرلیں اور فوری طور پر عمل شروع کردیں اور اس ڈائری پر وقتاً فوقتاً نظر کرتے رہیں؛ تاکہ ہمارا عمل تازہ اور جاری رہے، مثلاً کوئی حدیث شریف میں کوئی خاص سنت پڑھی یا کوئی خاص عمل یا وظیفہ پڑھا یا کوئی خاص گناہ چھوڑنے کی بات پڑھی تو اس کو اپنی ڈائری میں مختصر نوٹ کرلیں اور اس ڈائری کو کبھی کبھی دیکھتے رہیے، یہ ڈائری زندگی بھر اپنے پاس رکھیے تو ان شاء اللہ! بہت سارے اعمال ہماری زندگیوں میں زندہ ہوں گے اور بہت سارے گناہ چھوٹ جائیں گے۔

تیسری نیت: خود سیکھ کر دوسروں تک پہنچائیں گے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسروں تک دین پہنچانے کی جو ذمّے داری اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دی گئی ہے:

يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ. (المائدہ:٦٧)

ترجمہ: اے رسول! (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جو (کلام یا احکام) تم پر تمھارے رب کی طرف سے اتارا گیا وہ (تمام لوگوں کو) پہنچا دو۔ (از: تیسیر القرآن)

اور وہ ہی ذمّے داری حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اور پوری امّت کو سپرد فرمائی:

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً.

ترجمہ: مجھ سے نقل کرو گرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن کی آیتوں میں حروفِ مقطعات ہیں، جیسے "نٓ" یہ بھی ایک آیت ہے، اسی طرح "قٓ" یہ بھی ایک آیت ہے، مطلب یہ کہ دین کی ایک چھوٹی سی بات بھی آپ جانتے ہوں تو اس کو پہنچا دو۔

دین کی باتوں کے متعلق تین بنیادی مقاصد

دین کی باتوں کے یہی تین مقاصد ہوتے ہیں:

① خود سیکھنا اور سمجھنا۔

② اس پر عمل کرنا۔

③ تمام انسانوں تک اس کی دعوت پہنچانا۔

وفدِ عبدالقیس والی روایت سے بھی دین کی باتوں کے یہی مقاصد معلوم ہوتے ہیں:

عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: ان وفد عبد القيس أتوا النبي صلى الله عليه وسلم فقال: من الوفد أو من القوم؟ قالوا: ربيعة. فقال: مرحبا بالقوم أو بالوفد، غير خزايا ولا ندامىٰ. قالوا: انا نأتيك من شقة بعيدة وبيننا وبينك هذا الحي من كفار مضر، ولا نستطيع أن نأتيك الا في شهر حرام، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نُخْبِرُبِهِ مَنْ وَرَائنا نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ.

فأمرهم بأربع ونهاهم عن أربع: أمرهم بالايمان بالله عز و جل وحده، قال: هل تدرون ما الايمان بالله وحده؟ قالوا: الله ورسوله أعلم. قال: شهادة أن لا اله الا الله وأن محمدا رسول الله واقام الصلوة وايتاء الزكوة وصوم رمضان وتعطوا الخمس من المغنم الخ

قال: اِحْفَظُوْهُ وَاَخْبِرُوْهُ مَنْ وَرَائَكُمْ.

وفي رواية: احفظوهن وأبلغوهن من وراءكم (البخاري: ٤٢٦٦)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: عبدالقیس کا وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرحبا ہے اس قوم کو جو نہ رسوا ہوئی اور نہ شرمندہ (یعنی خوشی سے مسلمان ہو گئے، لڑ کر مسلمان نہیں ہوئے جس سے ان کو ذلت یا ندامت ہوتی)۔

انھوں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! ہمارا ملک بہت دور ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان مُضَر کے مشرکین کی آبادیاں ہیں، صرف اشہرِ حرم میں (یعنی رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم جن میں عرب لوٹ مار کو حرام جانتے ہیں) ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں؛

اس لیے آپ ہم کو ایسا جامع اور مختصر عمل بتلا دیجیے کہ اس کے کرنے سے ہم جنت میں داخل ہو سکیں اور اہلِ شہر کو بھی (یعنی جو یہاں نہیں آسکے اور وہاں وطن میں ہیں) اسی کی دعوت دیں۔

جامع عمل

آپ ﷺ نے فرمایا: چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں:

① اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

② نماز کو قائم کرو۔

③ زکوٰۃ ادا کرو اور مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لیے ادا کرو۔

④ رمضان کے روزے رکھو۔

اس حدیث شریف میں ان الفاظ پر خاص دھیان دیا جاوے کہ وفدِ عبد القیس کے لوگوں نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی بات سکھانے کی درخواست کی اس میں یہ اہم مقاصد عرض کیے:

ہم خود عمل کر کے جنت میں داخل ہوں اور ہمارے جو بھائی یہاں نہیں آسکے ہیں وہ بھی ہمارے ذریعے ان باتوں کو سیکھ کر عمل کریں اور جنت میں داخل ہونے والے بنیں۔

نیز خود آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی ارشاد فرمایا:

اِحْفَظُوْهُ وَاَخْبِرُوْهُ مَنْ وَرَائَكُمْ.

جس سے معلوم ہوا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اہم مقاصد یہی بیان فرمائیں۔

الغرض حصول علم کے لیے تیسری اور اہم نیت اشاعتِ دین کی ہے جو کہ ہماری ذمّے داری ہے۔

بہر حال! یہ تین اہم اور بڑی نیتیں ہونی چاہیے: ایک اللہ کی رضا، دوسری اپنی زندگی اللہ کی مرضی والی بنائیں اور تیسری دوسروں تک اللہ کا دین پہنچائیں۔

روزانہ صبح نیت کا استحضار کرلینا چاہیے

روزانہ صبح میں نیت کا استحضار کرلیا کریں؛ کیوں کہ یہ درسِ حدیث اور درسِ قرآن کا جامع حلقہ ہے اور درسِ قرآن پر بہت ساری فضیلتیں ہیں، مغفرت اور رحمت کا نزول، نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینت کا ملنا اور ملائکہ کے سامنے تذکرہ، یہ سب فضائلِ قرآن اور حدیث کے ہیں۔

حضرت شیخ زکریاؒ نے فضائلِ اعمال میں یہ حدیث نقل کی ہے:

عن أبی هريرة رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللهِ وَيَتَدَارَسُوْنَ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيْمَنْ عِنْدَهُ.

ترجمہ: حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوکر قرآن کی تلاوت کریں، اس کا دور کریں، ایک دوسرے کا قرآن سنیں اور سنائیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینہ نازل ہوتی ہے، اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، رحمت کے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ ان کا تذکرہ ملائکہ کی مجلس میں کرتے ہیں۔

اب اگر گھر سے نکلتے وقت یہ نیت کرکے نکلیں کہ علم حاصل کرنے کے لیے میں مدرسہ جارہا ہوں تو حصولِ علم پر جو فضائل ہیں وہ سب فضائل ان شاء اللہ! ہمیں حاصل ہوں گے۔

درسِ قرآن کے حلقے اور درسِ حدیث کی مبارک مجلس میں شرکت کریں گے تو یہ تمام اجر و ثواب ان شاء اللہ! حاصل ہوگا۔

حدیث کی مجلس روحانی طور پر آپ ﷺ کی مجلسِ مبارک ہے

جب ہم حدیث شریف کی مجلس میں بیٹھیں تو یہ تصور ہونا چاہیے کہ گویا ہم حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی صحبتِ اقدس اور مبارک مجلس میں بیٹھے ہیں، جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی حیاتِ مقدسہ میں مجلسِ اقدس کے انوار اور برکات حاصل کرتے تھے، ہمیں آج صحیح سندوں کے ذریعہ آپ ﷺ کے اقوالِ مبارکہ پڑھنے ملے ہیں؛ گویا ہم حضور ﷺ کی مجلس میں ہیں: لہٰذا ایک بات یہ کہی جاتی ہے:

اَهلُ الْحديثِ هُمْ اَهْلُ النَّبِيِّ وَإِنْ	لَمْ يَصْحَبُوْا نَفْسَهٗ أَنْفَاسَهٗ صَحِبُوْا

(كتاب جمع الوسائل في شرح الشمائل لملا علي القاري)

یعنی حدیث پڑھنے اور پڑھانے والے، حدیث کا شغف رکھنے والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے لوگ ہیں، اگر ان کو زندگی میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت نہیں مل سکی تو اب وہ روحانی اور معنوی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں ہیں۔

روحانی تعلق

بعض بزرگوں نے کشف کے عالم میں دیکھا کہ جتنے لوگ دنیا میں صحیح اصولوں اور اخلاص کے ساتھ حدیث شریف پڑھتے پڑھاتے ہیں وہ ایک روحانی کڑی اور رسّی سے مدینہ منورہ میں قبرِ اطہر میں قلبِ اقدس سے جڑے ہوئے ہیں، جیسے اس مسجد کی لائٹ تار کے ذریعہ بجلی گھر (پاور ہاؤس) سے جڑی ہوئی ہوتی ہے، پورے شہر میں جتنی بھی لائٹیں ہیں وہ تار کے ذریعہ پاور ہاؤس (Power house) سے جڑی ہوتی ہیں، اسی طرح دنیا میں جہاں کہیں بھی حدیث شریف کی مجلس ہوتی ہے وہ لوگ گویا کہ ایک روحانی تعلق (connection) کے ذریعے مدینہ منورہ میں قبرِ اطہر کے ساتھ منسلک اور جڑے ہوئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت

اسی لیے جن کے قلوب صاف ستھرے اور پاکیزہ ہوتے ہیں ان کو درسِ حدیث کے دوران حالتِ بیداری میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جاتی ہے۔

حضرت مولانا احمد بزرگ سملکیؒ کی یہ بات بہت ہی مشہور ہے اور کتابوں میں چھپی ہے کہ وہ حدیث شریف کے سبق کے درمیان بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت کرلیا کرتے تھے۔

میرے پیر و مرشد حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ سے جب ہم نے مشکوٰۃ شریف شروع کی تو دوسرے دن صبح حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ: آج رات کوئی خواب دیکھا؟ اب میں تو تعجب میں پڑ گیا کہ حضرت کیوں یہ سوال فرماتے ہیں؟ پھر فرمایا: جاؤ! اپنے ساتھیوں کو پوچھو کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟

اس کے بعد حضرتؒ نے ایک سَرد آہ لی اور فرمایا: ہمارے طالبِ علمی کے زمانے میں جب طلبہ حدیث شریف کا سبق شروع کرتے تھے تو بہت سارے طلبہ کو خواب میں آپ ﷺ کی زیارت نصیب ہوجاتی تھی۔

یعنی حدیث شریف کا سلسلہ شروع ہوا اور حضور ﷺ سے ایک خاص قسم کا روحانی رشتہ جڑ گیا۔

بہرحال! حصولِ علمِ حدیث کے لیے ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے ادب کی بہت ہی زیادہ اہمیت ہے، اس میں سے یہ چند باطنی آداب آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے، باطنی آداب کی رعایت کی برکت سے ان شاءاللہ! ہمارا باطن مزّکی، مجلّٰی، محلّٰی ہوگا اور ہمارے باطن میں ایک نورانی کیفیت ہمیں محسوس ہوگی اور اس نورانی کیفیت کے ساتھ حدیث شریف کا علم حاصل کریں گے تو ہماری روحانیت میں اور نورانیت میں بھی ان شاءاللہ! خوب ترقی ہوگی۔

ظاہری آداب

اب آپ کے سامنے چند ظاہری آداب پیش کیے جاتے ہیں۔

ہماری قوت اور صلاحیت علم حاصل کرنے میں لگنی چاہیے

آج دنیا میں کسی کو قوت اور طاقت مل جاتی ہے تو دولت کمانے میں لگا رہا ہے، عہدہ حاصل کرنے اور عزت کمانے میں لگا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو طاقت، قوت اور صلاحیت دی ہے اور جتنے اسباب اور وسائل ہمیں عطا کیے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمیں جوانی دی ہے اور بھی دوسری صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں اور دوسری کتنی ساری نعمتیں دی ہے، اسی طرح جو صاحبِ مال ہیں ان کے پاس مال کی نعمت ہے، جو لکھ سکتے ہیں ان کے پاس لکھنے کی نعمت ہے، غرض! اللہ تعالیٰ نے جو بھی قوت اور صلاحیت ہمیں دی ہے اس کے لیے بہترین مصرف یہ ہے کہ ہم اس کو علمِ دین سیکھنے اور سکھانے میں لگائیں۔

اللہ تعالیٰ نے حافظہ (قوتِ یادداشت) ایک نعمت عطا فرمائی ہے اس سے قرآن یاد کرو، حدیث شریف یاد کرو، میں رات کو حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحب پالنپوری نور اللہ مرقدہ کی تقریر دیکھ رہا تھا، اس میں حضرت نے جو ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے: آج کل طلبہ کا حال یہ ہے کہ ان کا سارا دھیان سبق کی تقریر میں بیان ہونے والے فنّی مباحث پر ہوتا ہے، حدیث شریف کے متن کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے؛ حالاں کہ یہ فنی مباحث اصل نہیں ہے، اصل احادیث ہیں۔

دورے سے پہلے کئی حدیث کی کتابیں پڑھنی ہوتی ہیں؛ مگر طلبہ حدیث یاد

نہیں کرتے، طالبِ علموں کو کم از کم پانچ سو(۵۰۰) حدیثیں یاد ہونی چاہیے، حدیث شریف کا متن یاد کرو اور اس کا مفہوم اچھی طرح سمجھو، میرا معمول یہ ہے کہ روزانہ سبق شروع کرنے سے پہلے ایک حدیث یاد کراتا ہوں اور ابتدا اسمائے حسنیٰ سے کرتا ہوں؛ یعنی سب سے پہلے اسمائے حسنی یاد کراتا ہوں، جب طلبہ کو اسمائے حسنیٰ یاد ہو جاتے ہیں تو میں جو کتاب پڑھاتا ہوں اس میں سے ایک حدیث یاد کراتا ہوں، حفظ کی ہوئی بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے، اگر حدیث یاد نہ ہو تو مطلب آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا؛ اس لیے بخاری شریف میں بھی طلبہ کو حدیث یاد کر لینی چاہیے۔ (خلاصہ از مقدمہ تحفۃ القاری، ج:۱، ص:۳۵)

اور حضرت مفتی سعید صاحبؒ نے ''محفوظات'' کے نام سے تین چھوٹے چھوٹے حصوں میں حفظِ حدیث کا ایک آسان نصاب بھی مرتب کیا ہوا ہے جس میں چھوٹی چھوٹی حدیثیں ہیں۔

نورانی مکاتب نے بھی ''محفوظات'' نامی کتاب شائع کی ہے، اس میں حضرت الاستاذ کی محفوظات کتاب سے استفادہ کر کے چالیس حدیثیں اور دوسرے مسنون کلمات و اوراد حفظ کے لیے جمع کیے ہیں جو مکاتب کے نصاب کا ایک حصہ ہے۔

الحمد للہ! ہماری جوانی کا حافظہ بہت اچھا ہوتا ہے؛ اس لیے حدیثیں یاد کرو گے تو حافظہ والی اللہ کی نعمت کا کتنا اچھا استعمال ہو جائے گا، جیسے قرآنِ مجید یاد کر لیا، حافظِ قرآن ہوئے، اسی طرح جتنی ہو سکے حدیثیں بھی یاد کرنا چاہیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو طاقت اور صلاحیت ہے اس کو اس علمِ شریف کو حاصل کرنے میں لگاؤ، یہ حدیث کے آداب میں سے ایک ظاہری اہم ترین ادب ہے۔

ہمارا زیادہ سے زیادہ وقت حدیث کے پڑھنے اور مطالعے میں لگنا چاہیے

ہمارا یہ سال تو ایسا گزرنا چاہیے کہ نیند میں ہوں یا بیدار ہر وقت ہمارے ذہن اور دل و دماغ میں اقوالِ رسول، اعمالِ رسول ہی کی دھن لگی ہوئی ہو۔

میں جس زمانے میں جامعہ ڈابھیل میں اور بعد میں دارالعلوم دیوبند پڑھتا تھا اس زمانے میں دورۂ حدیث کے سال میں ایک عجیب ماحول تھا کہ جس استاذ کے پاس پہلا گھنٹہ ہوتا وہ استاذ وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے ہی سبق شروع کر دیتے: یعنی فجر کی نماز کے تھوڑی دیر کے بعد سبق شروع ہو جاتا تھا اور سبق مسلسل چار گھنٹے جاری رہتا اور وہاں ساٹھ منٹ کا پورا ایک گھنٹہ (period) ہوتا تھا، پھر جن کا چوتھا گھنٹہ ہوتا وہ استاذ چھٹی کا وقت ہونے کے بعد بھی ایک یا پون گھنٹہ تک پڑھاتے، پھر چھٹی ہوتی اور کھانا کھا کر تھوڑی دیر قیلولہ کرتے، پھر ظہر کے بعد فوراً سبق شروع ہو جاتا، چھٹے گھنٹے والے استاذ عصر تک سبق پڑھاتے، پھر مغرب کے بعد حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری نور اللہ مرقدہ کا ترمذی شریف کا درس بھی موسم کے حساب سے ڈیڑھ سے پونے دو گھنٹے تک ہوتا تھا اور عشا کے بعد حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمیؒ بخاری شریف ثانی پڑھاتے تھے؛ کیوں کہ بخاری ثانی کا دن میں گھنٹہ ہوتا ہی نہیں تھا۔

پہلے سن رکھا تھا اور ابھی مشفقِ محترم داعی الی اللہ حضرت اقدس مولانا ابراہیم صاحب دیولہ دامت برکاتہم العالیہ سے بھی اس کی تصدیق ہوگئی کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ بھی بخاری شریف جلدِ ثانی عشا کے بعد ہی پڑھایا کرتے تھے، دن میں بخاری شریف ثانی کا گھنٹہ نہیں ہوا کرتا تھا۔

بہر حال! حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمیؒ رات کو بارہ پونے بارہ بجے تک پڑھاتے تھے، اب طلبہ کے لیے کیا رہا؟ صبح سے رات تک سبق سبق، ہر وقت یہی مشغلہ! اور دورۂ حدیث کی درس گاہ میں رات کے وقت جا کر دیکھو تو دو ڈھائی بجے تک طلبہ تکرار و مطالعہ میں ہوتے؛ بلکہ تہجد کے وقت بھی پڑھتے نظر آتے، گویا ہر وقت یہی مشغلہ ہوتا۔

اسی طرح جامعہ ڈابھیل میں شیخ الحدیث حضرت مولانا اکرام صاحب بھاگلپوریؒ کی بھی یہی ترتیب تھی کہ چوتھا گھنٹہ بخاری شریف جلدِ اول کا ہوتا اور مدرسہ کے وقت کے بعد بھی ہمیشہ پابندی سے ایک ڈیڑھ گھنٹہ سبق جاری رہتا، مثلاً گیارہ بجے چھٹی کا وقت ہو تو بارہ سوا بارہ بجے تک سبق پڑھاتے رہتے اور فی الحال ہمارے حضرت اقدس مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم کا بھی یہی طریقہ ہے اور ہمارے دورۂ حدیث کے زمانے میں بخاری شریف ثانی کا درس حضرت مفتی احمد صاحب کے پاس عصر کی جماعت سے کچھ پہلے تک جاری رہتا اور مغرب کے بعد عشا تک ترمذی کا سبق چلتا اور عشا کے بعد بھی کوئی نہ کوئی استاذ پڑھانے آجاتے۔

گویا ہمارا ہر وقت علمِ شریف کے پیچھے لگنا چاہیے، یہ ہے ظاہری ادب میں سے ایک اہم ادب۔

اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت عطا کی ہو تو اس سے کتابیں خریدنی چاہیے

اسی طرح ہمارے پاس پیسے ہوں تو اس سے بہترین شروحات، اچھے نسخے والی کتابیں خریدیں تو یہ مال والی نعمت کی قدر ہو جائے گی؛ چونکہ بعض کتابیں بہت زیادہ مہنگی آتی ہیں۔

میرے استاذ و مرشد حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ سے سنا کہ جب حضرت حج کے لیے تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت کے پاس اتنی فراوانی نہیں ہوتی تھی؛ اس لیے حضرت مکہ میں چوبیس گھنٹے میں صرف ایک بار کھانا کھاتے تھے، باقی زم زم کے پانی سے گزارا کر لیتے تھے اور کھانے اور ناشتے کے پیسے بچا کر وہاں سے ایسی ضروری کتابیں خرید کر لاتے تھے جو ہندوستان میں نہیں مل سکتی تھیں، ہمارے اکابرین کے ایسے بہت سارے واقعات اور بھی ہیں:

اولئك آبائی فجئنی بمثلهم	اذا جمعتنا یا جریر المجامع

حصولِ علم کا حرص اصلی حرص ہے

ایک اور اہم ادب:

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ جو چیز تم کو نفع پہنچائے اس کی حرص اور لالچ رکھو اور لالچ اور حرص کے ساتھ اللہ سے مدد طلب کرو، عاجز اور کمزور ہو کر مت بیٹھ جاؤ۔

علم حاصل کرنے کا حرص اپنے اندر پیدا کرو، یہ اصلی اور صحیح حرص ہے۔

دوسرا ظاہری ادب: محنت کرنا

عربی کا مشہور شعر ہے:

بقدرِ الکَدِّ تُکْتَسَبُ الْمَعَالِيْ	ومَنْ طَلَبَ الْعُلیٰ سَهِرَ اللَّیَالِيْ
تَرُوْمُ الْعِزَّ ثُمَّ تَنَامُ لَیْلًا	یَغُوْصُ الْبَحْرَ مَنْ طَلَبَ اللَّآلِيْ
وَمَنْ رَامَ الْعُلَا بِغَیْرِ کَدٍّ	اَضَاعَ الْعُمْرَ فِيْ طَلَبِ الْمُحَالِ

جتنی محنت کرو گے اس کے حساب سے اعلیٰ مقام حاصل ہوگا، راتوں کو بیدار

رہنا پڑے گا، محنت اور جدو جہد کرنی پڑے گی؛ گویا محنت ذریعہ ہے اور محنت کرتے وقت اچھی نیت کرو، اس پر بھی اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائیں گے۔

یہ دنیا والے دنیوی کاموں میں محنت کرتے ہیں، ان کی محنت کامیاب ہوگی یا رائیگاں جائے گی اس کی کوئی ضمانت اور گارنٹی نہیں ہے؛ لیکن ہماری محنت میں اجر وثواب کا ملنا یقینی ہے، ارشاد باری ہے:

وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ ۝۳۹ (النجم)

ترجمہ: اور یہ کہ انسان کو صرف اپنی کوشش کا بدلہ ہی ملتا ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانیؒ کا واقعہ

شرحِ تہذیب اور مختصر المعانی میں علامہ سعد الدین تفتازانیؒ کا واقعہ سنا ہوگا کہ پہلے وہ بہت ہی کند ذہن تھے؛ بلکہ ان کے استاذ عضد الدین کے حلقۂ درس میں ان سے زیادہ غبی کوئی نہیں تھا؛ لیکن خوب محنت کرتے تھے، دعا بھی کرتے تھے، اور کتابوں کے مطالعے میں سب سے آگے تھے۔

ایک مرتبہ انھوں نے خواب دیکھا کہ ایک اجنبی آدمی ان سے کہہ رہا ہے کہ: سعد الدین! چلو تفریح کر کے آئیں۔ انھوں نے کہا کہ: میں تفریح کے لیے نہیں پیدا کیا گیا ہوں، اتنا زیادہ کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں اور محنت کرتا ہوں پھر بھی مجھے کتاب سمجھ میں نہیں آتی تو تفریح کے لیے جاؤں گا تو کیا حشر ہوگا! وہ یہ سن کر چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا، اسی طرح تین مرتبہ آنے جانے کے بعد اس نے کہا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔

علامہ سعد الدین فرماتے ہیں کہ: میں گھبرا کر اٹھا اور ننگے پاؤں چل پڑا، شہر

سے باہر ایک جگہ کچھ درخت تھے وہاں جا کر دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں تشریف فرما ہیں، مجھے دیکھ کر آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ: ہم نے تم کو بار بار بلایا اور تم نہیں آئے؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ بلا رہے ہیں، اس کے بعد میں نے اپنے ذہن کے کمزور ہونے کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اپنا منہ کھولو، میں نے منہ کھولا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن میرے منہ میں ڈال دیا اور دعا کی اور فرمایا کہ: جاؤ۔

خواب سے اٹھنے کے بعد جب آپ اپنے استاذ کے سبق میں حاضر ہوئے تو سبق کے درمیان استاذ کو کئی اشکالات کیے، ساتھی تو یہ سمجھے کہ یہ سب بے معنی ہیں؛ لیکن استاذ سمجھ گئے اور فرمایا:

یا سعد! انك الیوم غیرك فیما مضی.

آج تم وہ نہیں ہو جس اس سے پہلے تھے۔

امام غزالیؒ کا واقعہ

اسی طرح حضرت امام غزالیؒ بھی حصولِ علم کے لیے گئے تو شروع میں تو بالکل نہیں چل پائے، مایوس ہو کر واپس جا رہے تھے کہ راستے میں دیکھا ایک جگہ پر گلہری کا ایک بچہ اونچی جگہ پر چڑھنے کی کوشش کرتا تھا؛ لیکن گر جاتا، پھر کوشش کرتا پھر گر جاتا؛ مگر اس نے اپنی کوشش اور محنت کو نہیں چھوڑا، جب انھوں نے یہ دیکھا تو دل میں کہنے لگے کہ: یہ ایک جانور ہو کر محنت نہیں چھوڑتا تو میں تو اشرف المخلوقات میں سے ہوں تو میں کیوں محنت چھوڑوں؟

بس! اسی چیز نے امام غزالیؒ کو واپس مدرسہ پہنچایا، تب جا کر وہ امام غزالیؒ بنے۔

اللہ تعالیٰ کبھی چھوٹے جانوروں کے ذریعے سے بھی راہ نمائی فرماتے ہیں، کیسی عجیب قدرت ہے!!

اس لیے ہمیں بھی محنت نہیں چھوڑنا ہے۔

محنت سے راستے کھلتے ہیں

محنت کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں وعدہ فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾ (العنکبوت)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ہمارے واسطے محنت کی، ہم ان کو ہمارے راستوں پر ضرور پہنچادیں گے اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ (از: تیسیر القرآن)

فائدہ: دین کی خاطر محنت کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کی طرف رہبری ہوتی ہے، خاص کر حق و باطل میں التباس ہو وہاں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو حق پر چلاتے ہیں اور جنت کی منزل بھی آسان ہوجاتی ہے۔

جو علم پر عمل کرنے میں محنت کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ دوسرے علوم منکشف فرماتے ہیں اور عمل بھی آسان ہوجاتا ہے۔ (حاشیہ از: تیسیر القرآن)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ایک عجیب نوازش پر غور کرنا چاہیے کہ ''جَاهَدُوْا'' کا صیغہ بغیر کسی تاکید کے ہے اور ''لَنَهْدِيَنَّهُمْ'' کا صیغہ لام اور نونِ ثقیلہ کی تاکید کے ساتھ ہے، معلوم ہوا کہ ہم کمزور ہیں، ہماری محنت بھی کمزور ہے؛ لیکن ہم ہماری حیثیت کے مطابق عمل کریں، دین کے لیے کوشش کریں، علم حاصل کرنے میں محنت کریں تو اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور راہیں کھولیں گے، ہماری دین اور علم کے لیے کسی بھی درجے میں

محنت ہوتو اللہ تعالیٰ اس کے اوپر تاکید کے ساتھ وعدہ فرمارہے ہیں کہ ان کے لیے راہیں کھولیں گے، یہ کتنی بڑی نوازش ہے!!

بعض مشائخینِ حدیث کے بارے میں ہم نے سنا کہ طالبِ علمی کے زمانے میں زیادہ ذہین نہیں تھے؛ لیکن ادب اور محنت سے علم کو حاصل کیا تو بعد میں وہ شیخ الحدیث اور محدّث اور صدر مفتی بنے، یہ سب محنت اور ادب سے علم حاصل کرنے کی برکت تھی؛ اس لیے خوب محنت کرو۔

تکرار

ظاہری آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ سستی نہیں ہونی چاہیے، یہ ہمارا حدیث شریف کا سال ہے، اس میں تکرارِ روایت بھی ہوگی، بخاری شریف میں بھی کئی روایات کا مضمون مکرّر ہے، پھر یہ کہ صحاحِ ستہ، مؤطین، شمائلِ ترمذی اور شرح معانی الآثار یہ کل دس کتابیں ہمیں پڑھنی ہے، اس میں روایات میں تکرار تو ہوگی؛ اس لیے اکتاہٹ اور سستی بالکل نہ ہو کہ فلاں کتاب کی تقریر میں نے سن لی تھی اب یہاں جھونکے مارلو! ایسا ہرگز نہ ہو؛ اس لیے کہ ہر کتاب کے مؤلف کا طرز الگ ہے اور افہام وتفہیم کے اعتبار سے ہر استاذ کا انداز الگ ہوتا ہے اور ہم جانتے ہیں:

اِذَا تَکَرَّرَ تَقَرَّرَ۔

یعنی ایک ہی چیز بار بار بولو یا سنو تو دل و دماغ میں جم جاتی ہے۔

اور تکرار کا مفہوم بھی یہی ہے کہ ایک ہی چیز بار بار بولو؛ اس لیے سستی اور اکتاہٹ کے بغیر پوری محنت کے ساتھ اس علم کو حاصل کرو۔

یہ چند ظاہری آداب ہوئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِن آداب کی پوری پوری

رعایت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پورے اکرام، احترام اور عشق کے ساتھ اس علم میں شغل اور محنت کی توفیق عطا فرمائے۔

باوضو پڑھنے کا اہتمام

ایک اہم ادب ہے باوضو سبق پڑھنے کا اہتمام کرنا؛ اس لیے کہ وضو نور ہے اور علم بھی نور ہے، یہ دونوں جمع ہوں گے تو ان شاء اللہ اجتماع النورین ہوگا! اس میں بہت زیادہ انوار و برکات بڑھ جائیں گے۔

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ سِنِّ شعور میں پہنچنے کے بعد کبھی کسی کتاب کو بغیر وضو کے ہاتھ نہیں لگایا اور یہ بات بھی یاد ہونا چاہیے کہ بالغ ہونا بعد میں ہوتا ہے اور سِنِّ شعور پہلے ہوتا ہے، تقریباً آٹھ، نو سال کی عمر میں شعور پیدا ہو جاتا ہے، اس کے بعد بلوغ ہوتا ہے۔

بہر حال! باوضو کتاب اٹھانا اور باوضو کتاب پڑھنا، تکرار کرنا، مطالعہ کرنا، یہ بہت ہی اہم ادب ہے؛ لہٰذا اس کا خوب اہتمام کیا جائے، اگر سبق کے درمیان وضو ٹوٹ جائے تو جلدی جلدی وضو کر کے سبق میں شریک ہو جانا چاہیے، جیسا کہ نماز میں ''بِنا'' کا مسئلہ ہے، ہمارے احناف کے نزدیک سب سے قریب جگہ سے وضو کرے اور کم سے کم وقت میں فارغ ہو جائے، وضو کے لیے آتے جاتے کوئی دنیوی کلام نہ ہو، اسی طرح سبق کے درمیان بھی وضو ٹوٹ جائے تو سب سے قریب وضو کی جگہ سے کم سے کم وقت میں فارغ ہو کر سبق میں شامل ہو جائیں؛ لیکن سبق باوضو ہی پڑھنے کا اہتمام کریں۔

البتہ اگر کسی کو کوئی بیماری ہے تو کم سے کم درجے میں علومِ عالیہ شرعیہ دینیہ کو تو با

وضو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، مثلاً درسِ قرآن، درسِ حدیث، درسِ فقہ، درسِ عقائد، یہ سب علومِ عالیہ اور شرعیہ ہیں اور اگر منطق، فلسفہ، نحو، صرف جیسے فنون ہوں تو اس صورت میں بیماری کی وجہ سے وضو کے بغیر پڑھ لینے میں ان شاءاللہ! کام چل جائے گا، معذور کا معاملہ الگ ہے۔

روزانہ دو رکعت نفل، غسل اور خوشبو کا اہتمام ہو سکے تو کریں

ایک ادب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہو تو اچھے کپڑے اور روزانہ غسل اور خوشبو اور دو رکعت نفل کا اہتمام کرنا چاہیے۔

حضرت امامِ مالکؒ کا درس بڑا شاندار ہوتا تھا، غسل فرما کر بہترین کپڑے پہنتے اور بہترین خوشبو لگا کر درس شروع فرمایا کرتے تھے۔

اور حضرت امامِ بخاریؒ تو اتنا زیادہ اہتمام فرماتے کہ باقاعدہ غسل فرماتے اور دو رکعت استخارہ کی نماز ادا فرماتے، اس کے بعد حدیث شریف کا باب لکھتے، بخاری شریف میں روایات کی تعداد تقریباً نو ہزار چھیاسی (۹۰۸۶) ہیں، اس سے اندازہ ہونا چاہیے کہ انھوں نے کتنی مرتبہ وضو اور غسل کیا ہوگا اور صلوۃ الاستخارہ پڑھی ہوگی۔

لہذا ہم لوگوں کو کم سے کم دن میں ایک مرتبہ ہی سہی دو رکعت پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، تقاضا تو یہ تھا کہ ہر حدیث کے وقت دو رکعت، ہر باب کے وقت دو رکعت پڑھتے؛ لیکن ہم سے جتنا ہو سکے اہتمام کرنا چاہیے اور اللہ سے دعا کریں کہ اے اللہ! میرے لیے حصولِ علم کو آسان فرما دیجیے؛ اگرچہ میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ آپ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف پڑھوں یا لکھوں؛ لیکن آپ نے موقع عطا فرمایا ہے تو آپ میرے لیے سہل اور آسان فرما دیجیے۔

لہٰذا آپ لوگ اس بات کا پختہ ارادہ کرو کہ روزانہ دو رکعت نماز پورے سال مستقلاً اس کتاب کو پڑھنے اور حصولِ علم کی نیت سے پڑھیں گے تو ان شاء اللہ! اس کی نورانیت اور برکتیں ہمیں نظر آئیں گی اور خوشبو لگانے کا اہتمام کرو گے تو اس سے ایک اچھی فضا بنے گی۔ میں نے اپنے بہت سارے بزرگوں کو دیکھا کہ خوشبو کا خوب اہتمام فرماتے تھے۔

حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ کا اہتمام

ایک مرتبہ تقریباً ایک مہینہ بستی حضرت نظام الدین، دہلی میں قیام رہا، وہاں پر حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلوی صاحبؒ کے ابوداؤد شریف کے درس میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی، فجر کے بعد فوراً درس شروع ہوتا تھا، وہ نظام الدین مرکز میں نمازوں کے امام بھی تھے، مولانا مرحوم فجر کی نماز پڑھا کر فوراً تازہ غسل فرماتے، پھر نئے یا دھلے ہوئے کپڑے پہن کر ابوداؤد شریف کا درس شروع فرماتے، ان کا یہ اہتمام پورا سال گرمی، سردی، بارش ہر موسم میں ہوتا ایسا بتایا گیا۔

صاف ستھرا رہنا چاہیے

لہذا ہم کم سے کم اتنا تو کریں کہ میلے اور گندے نہ رہیں؛ چونکہ ہمارے بعض طلبہ کے میلے رہنے کی ایک شناخت بن گئی ہے، یہ عادت اچھی نہیں ہے؛ اس لیے کہ ہم شریف ترین علوم پڑھ رہے ہیں، آپ کو معلوم ہوگا کہ اسکول اور کالج میں پڑھنے والے طلبہ جب اسکول کالج جاتے ہیں تو کیسے غسل کر کے روزانہ صاف ستھرے کپڑے (Uniform) پہن کر جاتے ہیں! ان کے مقابلے میں ہمارا سلسلہ بہت ہی اعلیٰ اور افضل اور اشرف ہے؛ اس لیے ہمیں اس کے ظاہری ادب کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

زبان سے عظمت کا اظہار کرنا

اللہ تعالیٰ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ رضی اللہ عنہم، محدثینِ کرام اور دیگر اکابر کا نام تعظیم کے ساتھ لینا چاہیے

ایک ادب ہے زبان سے عظمت کا اظہار کرنا؛ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام آئے تو اسے ادب سے لیا جائے، جیسے اللہ تعالیٰ، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ، اللہ جل جلالہٗ، اللہ جل شانہٗ۔

میرا عمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام ادب سے جمع کے صیغے کے ساتھ لیتا ہوں؛ اس لیے آپ بندے کے ''تیسیر القرآن'' (قرآن کے ترجمہ) اور اس کے حواشی میں دیکھ لیجیے اللہ کے نام کے لیے ادب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کرنا خلافِ ادب نہیں ہے

فتاویٰ محمودیہ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ: تعظیم کے لیے ''تم'' اور ''آپ'' بولنا بھی درست ہے، اللہ پاک نے بھی فرمایا: انا اعطیناك الکوثر اور انا انزلناہ اور نحن اقرب وغیرہ۔ (از فتاویٰ محمودیہ، ج: ۳، ص: ۲۹، مکتبہ میرٹھ)

حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحب پالنپوری نور اللہ مرقدہ نے اپنی قرآنِ کریم کی تفسیر ''ہدایت القرآن'' میں اکثر جگہ اللہ تعالیٰ کے لیے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔

درود شریف کا اہتمام

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک نام بھی پورے ادب کے ساتھ لیا جائے اور

یہ مبارک سال ہے کہ ہم کثرت سے درود شریف پڑھ سکتے ہیں، حدیث میں آتا ہے:

اَوْلَی النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً. (ترمذی)

یعنی قیامت کے دن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو کثرت سے درود شریف پڑھنے والا ہوگا۔

اس لیے جب بھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی آئے تو درود شریف پڑھنے کا اہتمام ہونا چاہیے، کم سے کم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھ لیا جائے اور تھوڑا بلند آواز سے پڑھیں؛ تاکہ جس کے ذہن میں نہ ہو اس کو بھی یاد آ جائے۔

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے دعائے رضوان کے فوائد

اسی طرح جب کسی صحابی کا نام آئے تو ان کے لیے دعائے رضوان کریں؛ یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہے، جیسے: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ، اس طرح ادب کے ساتھ نام لیں، ان شاء اللہ! اس کا ضرور فائدہ ہوگا، جس میں سے چند فائدے یہ ہیں:

① باری تعالیٰ کی اتباع: اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ان کے لیے "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" فرمایا ہے۔

② حدیث میں آتا ہے کہ انسان جب دوسروں کے لیے دعا کرتا ہے تو فرشتے اس دعا کرنے والے کے لیے دعا کرتے ہیں، جیسے کسی نے دعا کی کہ اے اللہ "یونس" کو شفا عطا فرمائیے تو فرشتہ کہتا ہے کہ: اللہ تجھے بھی شفا دے، اسی طرح جب ہم صحابی کے لیے رضوان کی دعا کریں گے تو فرشتے ہمارے لیے دعا کریں گے کہ اللہ تم سے راضی ہو جائے۔

③ صحابی کی عظمت کا اظہار ہوگا کہ ہم نے صحابی کا نام عظمت اور ادب کے ساتھ لیا۔

④ جب ان کے لیے ہم رضوان کی دعا کریں گے تو وہ عالمِ ارواح سے ان کی ارواح ہماری طرف متوجہ ہوگی۔

اسی طرح تابعین، تبعِ تابعین، ائمۂ حدیث، شرّاحِ حدیث، فقہائے کرام، ائمہ حضرات وغیرہ کے نام کے ساتھ دعائے مغفرت و رحمت بولا جائے، جیسے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ: یعنی ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو، بَرَّدَ اللّٰہُ مَضْجَعَہٗ: یعنی اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو ٹھنڈک والی بنادے، نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ: اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور کردے، اس طرح ادب کے ساتھ نام بولنے کا اہتمام کریں گے تو وہ دعا ہمارے حق میں بھی قبول ہوگی اور فرشتے ہمارے حق میں بھی وہ دعا کریں گے اور عالمِ ارواح سے ان کی روحیں ہماری طرف متوجہ ہوں گی۔

ہمارے اکابر میں سے ایک بزرگ کے متعلق میں نے سنا ہے کہ کسی نے خواب میں دیکھا کہ حضراتِ صحابہ، حضرات تابعین، حضراتِ تبعِ تابعین رحمہم اللہ اور علمائے کرام کی بڑی جماعت ان کے واسطے دعا کر رہی ہے، پوچھا گیا کہ: یہ سب حضرات ان کے لیے کیوں دعا کر رہے ہیں؟

فرمایا: اس لیے کہ وہ جب بھی ان حضرات کا نام لیتے ہیں تو ان کے لیے دعا کا جملہ بولتے ہیں اور ان حضرات کو وہاں عالمِ آخرت میں دعا پہنچتی ہے تو وہاں سے وہ ان کے لیے دعا کرتے ہیں؛ لہٰذا ہمیں بھی ان کے نام کے ساتھ ان کی عظمت ظاہر ہوا ایسے

جملے بولنے چاہیے۔

اسی طرح جب ہم اپنے اساتذۂ کرام کے نام لیں اس وقت بھی ادب وعظمت کالحاظ رکھنا چاہیے۔

آلاتِ علم اور اسبابِ علم کا ادب

ایک اہم ادب: آلاتِ علم، ذرائع علم اور اسبابِ علم کا ادب ہے۔

ذرائعِ علم میں کتابیں آتی ہیں کہ اس کو باوضو پڑھیں اور اسے صحیح طریقے سے رکھنے کا اہتمام کریں، ان کتابوں پر گرد وغبار نہ لگنے دیں اور اگر لگ جائے تو اسے صاف کریں اور کتابیں رکھنے کی ترتیب میں ادب کا لحاظ ہو؛ یعنی اوپر نیچے رکھنے کی نوبت آئے تو بخاری شریف سب سے اوپر، پھر مسلم شریف، پھر درجہ بہ درجہ دوسری کتابیں رکھنے کا اہتمام کریں۔

اور جب الگ الگ درجات کی کتابیں جمع ہوجائیں تو پہلے قرآن شریف اور اس کے متعلقات، پھر حدیث شریف اور اس کے متعلقات، پھر فقہ وغیرہ ترتیب سے رکھیں، مطلب یہ کہ کتابوں کا بھی ظاہری ادب ہونا چاہیے۔

کتابوں کے متعلق ایک اور قابلِ توجہ عمل

ایک اہم بات یہ کہ کتابوں کو فائل (File) نہ بنائیں؛ یعنی خط یا کوئی کاغذ وغیرہ کتاب میں نہ رکھیں، یہ خلافِ ادب ہے۔

نیز اگر کتابیں مدرسہ کی ہیں تو اس میں اپنی طرف سے حواشی، ترجمہ، مطلب وغیرہ نہ لکھیں؛ اس لیے کہ یہ کتابیں آپ کے پاس عاریتاً ہیں۔

ہاں! اگر اپنی ذاتی کتاب ہے تو اس میں درس کے متعلق ضروری وعلمی بات لکھیں، غیر ضروری باتیں نہ لکھیں۔

قرآنِ مجید میں بغیر کسی ضرورت کے اسباق پر قلم سے نشان اور تاریخ وغیرہ لکھنا مکروہ ہے، البتہ اگر بچوں کی سبق کی یاددہانی کے لیے یہ کرنے کی ضرورت ہو تو نشان لگانے کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم کراچی)

ٹپائی، درس گاہ اور ساتھیوں کا ادب

جس ٹپائی پر ہم کتابیں رکھتے ہیں اور درس گاہ جس میں بیٹھ کر علم حاصل کرتے ہیں اس کا بھی ادب ہو، اسی طرح اپنے سبق کے ساتھیوں کا بھی ادب کرنا چاہیے:

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ. (النساء: ٣٦)

ترجمہ: اور پاس میں بیٹھنے والے کے ساتھ اور مسافر کے ساتھ۔ (از: تیسیر القرآن)

"الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ" کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں، اس میں ایک استاذ کے تلامذہ، اسی طرح ایک پیر کے مریدین، ہم درس اور ہم حجرہ ساتھی سب کا حق ادا کرنا بھی شامل ہو جاتا ہے۔

میرے مشفق حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری کی سبق اور مدرسے کے ساتھیوں کے متعلق ایک اصولی بات

شیخ الحدیث حضرت مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ سبق اور مدرسے کے ساتھیوں کے متعلق ایک اصولی بات فرمایا کرتے ہیں کہ:

طالبِ علم نہ زیادہ دوستی کرے، نہ دشمنی کرے؛ کیوں کہ دونوں مضر ہے، اگر

دوستی کروگے تو دوستوں کے حقوق ادا کرنے میں ہی وقت ضائع ہوتا رہے گا کہ کبھی اِس نے آپ کو دعوت دی، گھر لے گیا، ناشتہ کرایا اور کبھی آپ اُس کو لے جاؤ گے، اس طرح وقت ضائع ہوتا رہے گا اور دشمنی ایسی چیز ہے کہ جو ذہن کو الجھا دیتی ہے؛ لہٰذا طالبِ علم کے لیے تو بس! سبق، مطالعہ، تکرار اور مذاکرہ وغیرہ تک ساتھی سے تعلق ہو، زیادہ تعلق نہ بڑھایا جائے؛ اس لیے کہ جس طالبِ علم نے تعلق کو محدود رکھا وہ بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے اور طالبِ علمی کے زمانے میں جو دوستیوں کے چکّر میں رہتا ہے وہ ظاہری نصاب تو پورا کر لیتا ہے؛ لیکن علم سے جیسا فائدہ اٹھانا چاہیے ایسا فائدہ حاصل نہیں کر سکتا، اس کی طرف بھی خصوصی طور پر دھیان دینا چاہیے۔

بخاری کی روایت میں ہے: حُبِّبَ اِلَیْهِ الْخَلَا.

معلوم ہوا کہ خلوت کی محبت خود بخود پیدا نہیں ہوتی تھی؛ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ تھا اور یہ طالبِ علم کے لیے بہت ضروری ہے۔

حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحبؒ کا ملفوظ

حضرت الاستاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید صاحب نور اللہ مرقدہ نقل فرماتے ہیں کہ: میرے شیخ حضرت مولانا زکریا صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: جس نے لوگوں سے دوری اختیار کی اور تنہائی کو پسند کیا وہ اگر ٹھکری بھی ہوگا تو ہیرا بن جائے گا اور جو لوگوں کے ساتھ تعلقات کا خواہاں ہوتا ہے اور یارانہ گانٹھنے کا شوقین ہوتا ہے اگر ہیرا بھی ہوگا تو ٹھکری (بے وقعت) ہو جائے گا۔ (تحفۃ القاری، ج:۱، ص:۱۳۹)

❀ ❀ ❀

علم حاصل کرنے میں شرم وحیا اور تکبر نہ ہو

علم کے سلسلے میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ اس کے حصول کے لیے نہ شرم و حیا ہو اور نہ تکبر؛ کیوں کہ بعض مرتبہ سبق کے درمیان کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو طالبِ علم شرم کی وجہ سے استاذ سے پوچھنا بھی ادب کے خلاف سمجھتا ہے، جبکہ یہ ادب نہیں ہے، غفلت اور سستی ہے اور بے کار کی حیا اور شرم ہے جو یہاں نہیں ہونی چاہیے اور بعض لوگ کوئی بات سمجھ میں نہ آنے پر تکبر کی وجہ نہیں پوچھتے کہ اس کو کیوں پوچھوں؟ میں خود ہی اسے کسی کتاب سے مطالعہ کر کے حل کرلوں گا! لہٰذا جو بات سمجھ میں نہ آئے تواضع کے ساتھ استاذ سے پوچھ لینا چاہیے۔

سبق لکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے

ایک اہم مشورہ ہے سبق کو قلم بند کرنا، استاذ کے سبق کو قلم بند کرو: اس لیے کہ اساتذۂ کرام بڑی محنت کر کے کئی کئی کتابیں اور شروحات دیکھ کر اور طویل طویل بحثوں کا نچوڑ اور لبِ لباب آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، پھر اس میں یہ بھی ہوتا ہے کہ طلبہ کی طلب کی برکت اور استاذ کے خلوص کی برکت کی وجہ سے استاذ کی زبان پر بعض مرتبہ ایسی ایسی توجیہات اور نِکات من جانب اللہ القا ہوتے ہیں جو کتابوں اور شروحات میں نہیں ملتے؛ اس لیے سبق کو لکھنا چاہیے، اگر پورا سبق نہیں لکھ سکتے تو کم از کم اہم اہم باتیں لکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

سبق لکھنے کے فائدے

① لکھنے کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ علم کی باتیں لکھنے کا ثواب ملے گا۔

②دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ: لکھنے میں جو روشنائی استعمال ہوگی اس کو قیامت کے دن شہیدوں کے خون کے ساتھ وزن کیا جائے گا؛ جیسا کہ آپ نے مشہور حدیث پڑھی ہے کہ قیامت کے دن شہدا کا خون اور علما کی روشنائی دونوں کو تولا جائے گا اور اس وقت شہدا کے خون کے مقابلے میں علما نے جس روشنائی سے لکھا ہے وہ وزن میں بڑھ جائے گی۔

③ لکھنے کا تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ: مطالعہ اور تکرار کرنے میں آسانی ہوگی۔

④اسی طرح امتحان کے موقعوں پر بھی آسانی ہوجائے گی۔

⑤اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اور بعد میں وہی کتاب پڑھانے کی سعادت مل گئی تو اس وقت بھی استاذ کی تقریر اور استاذ کا فیض آپ آگے پھیلا سکتے ہو۔

بہت ساری مفید شروحات درسی تقریروں سے وجود میں آئی ہیں

بہت ساری مفید شروحات ایسی ہیں جن کو شاگردوں نے دورانِ درس لکھنے کا اہتمام کیا تو آگے چل کر وہ ایک کتاب اور شرح کی شکل میں منظرِ عام پر آگئی، جیسے بخاری شریف کی شرح ''فیض الباری'' جو حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی درسی تقریر ہے، حضرت مولانا سید بدرِ عالم صاحب میرٹھیؒ نے دارالعلوم دیوبند اور جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل، دونوں جگہ حضرت شاہ صاحب سے استفادہ کیا، اُس زمانے میں حضرت شاہ صاحبؒ کی بخاری شریف کی تقریر انھوں نے قلم بند کی تھی، وہی بعد میں ''فیض الباری'' کے نام سے ایک بہترین شرح چھپ کر اُمت کے سامنے آئی، حضرت شاہ صاحبؒ نے باقاعدہ بخاری شریف کی شرح نہیں لکھی ہے۔

اسی طرح حضرت علامہ محمد یوسف صاحب بنوریؒ نے ڈابھیل میں ترمذی

شریف حضرت شاہ صاحبؒ سے پڑھی اور جامعہ ڈابھیل سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کرنے والی سب سے پہلی یہی جماعت تھی، انھوں نے ترمذی شریف کا درس قلم بند کیا تھا، وہی سبق کی تقریر مرتب کر کے شائع کردی گئی جس کو ''معارف السنن'' سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ کتنی بہترین شرح ہے کہ آج ہر ترمذی شریف پڑھانے والا استاذ اس کا مطالعہ کرتا ہے، یہ بھی شاگرد کی قلم بند کی ہوئی درسی تقریر ہے۔

اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ کی ''انوار الباری'' اردو میں بخاری شریف کی تقریر ہے جسے جمع کیا گیا۔

اسی طرح حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ڈابھیل میں بخاری شریف پڑھائی تھی تو اس تقریر کو جمع کیا گیا تھا جو ''فضل الباری'' کے نام سے شائع ہوئی۔

اسی طرح حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی بخاری شریف کا درس جس کو مولانا عبدالوحید صدیقی صاحبؒ نے جمع کیا اور اس کو بھی جامعہ ڈابھیل نے شائع کروایا۔

قطبِ عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کی کتنی درسی تقریریں چھپ کر آئی ہیں، ان کے ایک شاگرد ''حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مُتالا نور اللہ مرقدہٗ'' نے مرتب کر کے شائع کیا، اسی طرح ''حضرت مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی'' مدظلہ العالی (شیخ الحدیث: جامعہ حسینیہ راندیر اور سابق صدر مفتی: جامعہ ڈابھیل) نے بھی اپنے استاذ کے درس کو مرتب کر کے شائع کیا۔

یہ سب تلامذہ نے اساتذۂ کرام کے اسباق کو قلم بند کرنے کا اہتمام کیا جس سے بعد والی امت کو عجیب علوم کا ذخیرہ مل گیا؛ لہٰذا اسباق کو قلم بند کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

آداب پر پابندی سے عمل کرنا چاہیے

ان آداب کے صحیح برکات اور ثمرات اس وقت حاصل ہوں گے جب ان آداب پر مداومت اور پابندی کی جائے، ایسا نہیں کہ ایک دو مرتبہ باوضو درس کا اہتمام کرلیا پھر پابندی ختم؛ لہٰذا ہمیشہ ان آداب کی پابندی کی جائے تب ہی اصل فائدہ حاصل ہوگا۔

سبق میں حاضری کی پابندی کریں

ایک بات یاد رکھو! ہر حدیث استاذ کے سامنے پڑھنا ہے، غیر حاضری بالکل نہ ہو، ہمارے استاذ ''حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری نوراللہ مرقدہ'' فرماتے تھے کہ: حدیث کی اجازت تین شرطوں کے ساتھ دی جاتی ہے، جب یہ شرطیں پائی جائیں گی تو اجازت ہوگی؛ ورنہ نہیں:

پہلی شرط: طالبِ علم نے استاذ کے سامنے حدیث پڑھی ہو یا سنی ہو، اگر اس نے نہ حدیث پڑھی، نہ سنی، غیر حاضر تھا یا بیٹھا ہوا سوتا رہا تو اس کو اجازت نہ ہوگی۔

دوسری شرط: وہ حدیث کو سمجھا بھی ہو، جو حدیث کو نہیں سمجھا اس کو اجازت نہ ہوگی۔

تیسری شرط: تثبّت؛ یعنی حدیث کا مضبوط یاد ہونا اور پوری احتیاط کے ساتھ آگے بیان کرنا۔ (تحفۃ القاری، جلد:١، ص:١١٦)

اس لیے کوشش یہ ہو کہ کوئی سبق ناغہ نہ ہو، کوئی حدیث چھوٹ نہ جائے اور اس کے لیے باقاعدہ دعاؤں کا اہتمام بھی ہونا چاہیے کہ میں بیمار نہ جاؤں یا کوئی رکاوٹ نہ

پیش آئے، بعض تلامذہ کا یہ اہتمام دیکھا ہے کہ کبھی کسی شدید بیماری یا کوئی معقول عذر کی وجہ سے درس میں شریک نہ ہوسکا ہو تو بعد میں استاذ سے درخواست کرتے کہ حضرت! میرا کوئی سبق عامۃً ناغہ نہیں ہوا ہے؛ لیکن ایک سبق کسی عذر کی وجہ سے ناغہ ہوگیا ہے آپ مجھے پڑھا دو تو استاذ بھی خوشی خوشی اس کو وہ سبق پڑھا دیتے، اس طرح کا اہتمام ہمیں بھی ہونا چاہیے۔

مصنفین کے لیے دعا اور ایصالِ ثواب کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے

مصنفین کے لیے دعا اور ایصالِ ثواب کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے، اس طرح کہ ائمۂ حدیث اور جن ائمہ کی کتابیں ہم پڑھتے ہیں ان سب حضرات کے لیے اور ان کے تمام شرّاح اور ان کے رواۃ کے لیے اور اس فن کے پیچھے محنت کرنے والوں کے لیے مغفرت، رحمت اور درجاتِ عالیہ کے لیے دعا کریں، کم سے کم روزانہ تین مرتبہ سورۂ اخلاص اور تین مرتبہ درودِ پاک پڑھ کر ان کو ایصالِ ثواب کردیں۔

میرے اکابر کا ایصالِ ثواب کا اہتمام

میرے استاذ و مرشد ''حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ'' اس کا خوب اہتمام کراتے تھے، ہمیں جب اللہ تعالیٰ کثرتِ تلاوتِ قرآن کا موقع دے، جیسے رمضان المبارک میں خوب تلاوت ہوتی ہے، اسی طرح عام دنوں میں جب ہمارا قرآنِ پاک تلاوت میں مکمل ہو تو اس وقت تمام ائمہ حضرات کے لیے ایصالِ ثواب کردیں اور اللہ تعالیٰ اگر وسعت دے تو عید الاضحیٰ کے موقع پر ان حضرات کے نام کی قربانی بھی کریں، ہمارے دادا پیر ''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ'' کے متعلق سنا کہ عید الاضحیٰ

کے موقع پر کئی بڑے جانور کی قربانی کرتے اور ائمۂ حدیث: امامِ بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ وغیرہ کے لیے بھی قربانی کراتے تھے، دیکھیے! اس کی برکت سے حضرت کے علوم پوری دنیا میں چمک دمک رہے ہیں، ہم کم سے کم اتنا کر سکتے ہیں کہ کبھی کسی غریب کو کھانا کھلا دیا، صدقہ کر دیا اور ان حضرات کو ایصالِ ثواب کر دیا، اس طرح مالی اور بدنی دونوں عبادت کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کر دیا تو ان شاء اللہ! اس سے خوب فائدہ ہوگا اور علم میں ترقی ہوگی۔

ایک سفرِ حج کے موقع پر میرے مشفق شیخ الحدیث حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ فرمانے لگے کہ: اس سال کا حج مشائخین کو ایصالِ ثواب کی نیت سے کر رہا ہوں۔

لہذا حج اور عمرہ کے موقع پر نفل طواف، نفل عمرہ اور نفل حج کے ذریعے بھی ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں۔

دعاؤں کا خاص اہتمام کرنا چاہیے

جو عالمِ دین بنتا ہے وہ اللہ کی عنایت سے بنتا ہے، صرف اپنی محنت سے کوئی کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔

علم اللہ تعالیٰ کے خزانے سے ملتا ہے؛ اس لیے علم میں محنت کے ساتھ دعا کا بھی اہتمام کریں، حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مفتی سعید صاحب پالنپوریؒ سبق میں فرمایا کرتے تھے کہ: بعض طلبہ صرف محنت کرتے ہیں وہ بھی نامناسب کام کرتے ہیں، بعض طلبہ صرف دعا کرتے ہیں وہ بھی مناسب نہیں ہے، اچھا یہ ہے کہ محنت بھی خوب کریں اور دعاؤں کا بھی خوب اہتمام کریں۔

خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس قاسم؛ یعنی بانٹنے والے کی ہے، حقیقت میں دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں، اگر استاذ کے بس میں ہوتا تو وہ تمام تلامذہ کو علم پلا دیتا؛ مگر استاذ کے بس میں صرف پڑھانا ہے، کس کو کتنا علم میں ملے یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے؛ لہذا طلبہ کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے لَو لگائے، اس سے مانگے، اس دربار سے کوئی خالی ہاتھ نہیں آتا؛ البتہ کبھی یہ ہوسکتا ہے کہ طالبِ علم نے خوب محنت کی ہو، اللہ تعالیٰ سے لَو بھی لگائی ہو؛ مگر اس کا ذہن کمزور ہو؛ اس لیے وہ فقیہ نہ بن سکا؛ مگر وہ بھی محروم نہیں رہے گا، اللہ تعالیٰ محنت کی برکت سے اور دعاؤں کی برکت سے اس کے علم میں نورانیت پیدا فرمائیں گے اور اس سے ایسے ایسے دین کے کام لیں گے کہ بڑے بڑے علما، فقہا اس پر رشک کریں گے۔ (خلاصہ از تحفۃ القاری، ج:۱، ص ۳۴۳)

اللہ ان تمام آداب پر ہم سب کو خوب اہتمام کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائے اور ان آداب اور برکات اور انوارات سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں مالا مال فرمائے۔

اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ واجعل اٰخرتنا خیرا من الاولی وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم.